Part - 8

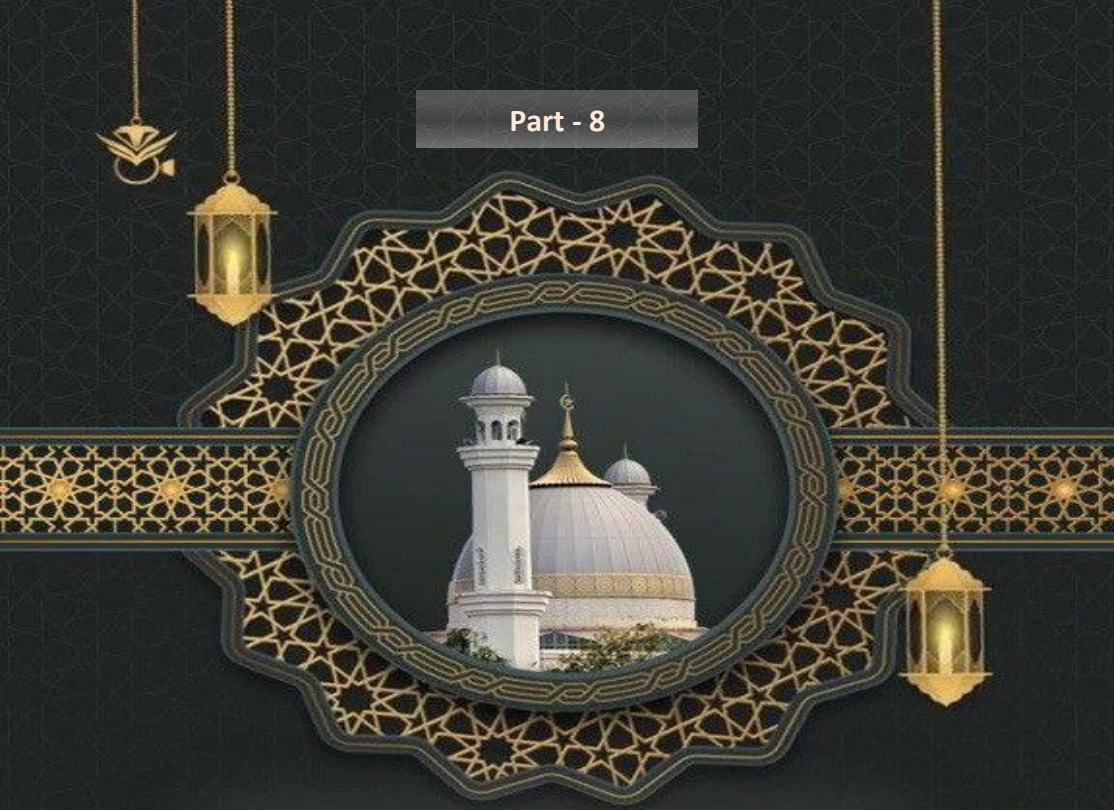

خطبات ارشدی

فضیلۃ الشیخ دکتور ارشد بشیر عمری مدنی سلمہ اللہ

Shaikh Dr. Arshad Basheer Umari Madani

Hafiz, Aalim, Faazil (Madina University, KSA),
MBA, PhD from Switzerland.
Founder & Director of AskIslamPedia.com
Chairman: Ocean The ABM School, Hyd.
www.askislampedia.com | www.abmqurannotes.com | www.askmadani.com
+91 92906 21633 (whatsapp only)

فہرست

"آیۃ الکرسی کی فضیلت اور میدانِ دعوت میں اس کی اہمیت" 2

حسن اخلاق کے ذریعے حالات کا مقابلہ 86

قیامت کی نشانیاں 137

کائنات کا آغاز اور انجام 216

"آیۃ الکرسی کی فضیلت اور میدانِ دعوت میں اس کی اہمیت "

عناصر خطبہ

تمہید

آیۃ الکرسی کا صحیح تلفظ

آیۃ الکرسی میں پنہاں اسباق

میدانِ دعوت میں آیۃ الکرسی کی اہمیت

آیۃ الکرسی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی 10 خصوصیات

آیۃ الکرسی کا جنات اور شیاطین پر اثر

آیۃ الکرسی کے فضائل

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی روشنی میں آیۃ کی الکرسی پہلی فضلیت

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث کی روشنی میں آیۃ الکرسی کی دوسری فضیلت

آیۃ الکرسی معنی و مفہوم

لفظِ جلالہ (اللہ) کا معنی

لا الہ اِلا اللہ کا معنی

من ذی الذی یشفع عندہ اِلا باذنہ کا معنی

وسع کرسیہ السماوات والأرض کا معنی

تمہید

آیۃ الکرسی قرآن مجید کی ایک عظیم آیت ہے جس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بہت ساری اہم صفات اور خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے اسی لیے آپ ﷺ نے صبح شام اور ہر نماز کے بعد اسے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔اس آیت کریمہ کی اسی اہمیت کے پیش نظر میں نے "آیۃ الکرسی کی فضیلت اور میدان دعوت میں اس کی اہمیت " پر علمی، عملی،تربیتی اور دعوتی پہلوؤں سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔یعنی آیت الکرسی کے ذریعے کس طرح دعوتی وتربیتی کام کیا جاسکتا ہے؟ اور آیت الکرسی میں وہ کونس علمی Academic نکات ہیں جن سے ہمارے عقیدے کی اصلاح ممکن ہے؟ اسی گفتگو کو اس خطبہ میں جمع کیا گیا ہے۔

آیۃ الکرسی کا صحیح تلفظ:

سب سے پہلے میں اس کے تلفظ پر بات کروں گا، یعنی اس لفظ کو پڑھنے کا اصل طریقہ کیا ہے؟ اکثر لوگ اس کو بغیر مد کے پڑھتے ہیں جیسے "ایۃ الکرسی" لیکن یہ غلط ہے، اس کو مد کے ساتھ یعنی "آیۃ الکرسی" پڑھنا صحیح ہے۔

آیۃ الکرسی میں پنہاں اسباق:

شیخ عبد الرزاق البدر العباد حفظہ اللہ، جو کہ مدینہ یونیورسٹی میں میرے استاذ رہے ہیں میں نے ان سے ایک ہزار اصول پڑھے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ "آیۃ الکرسي" کے اندر تقریبا140 / ایک سو چالیس اسباق ہیں۔ یہ سارے اسباق شیخ عبد الرزاق البدر العباد حفظہ اللہ نے اپنی ایک کتاب میں جمع کیا ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تقریبا 25صفات بیان کی گئی ہیں مثلا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حیات، اس کا ارادہ، اس کی قیومیت، ربوبیت، الوہیت، اس کے اسماء وصفات اور اس کا علم وغیرہ۔

الغرض اس آیت کریمہ سے مستفاد اسباق کافی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان اسباق میں بہت سے ایسے نکات ہیں جن سے ہمارے عقائد کی اصلاح بھی ہو جائے گی اوراسی طرح وہ مسلمان جن کا عقیدہ بگڑا ہوا ہے ان کے لیے تو اس میں کھلا پیغام موجود ہے اور ساتھ ہی وہ لوگ جو اسلام کو بالکل بھی نہیں جانتے (غیر مسلم) ان کے لیے بھی اس کے اندر بہت ہی بہترین پیغام ہے۔

میدانِ دعوت میں آیۃ الکرسی کی اہمیت:

میدانِ دعوت میں آیۃ الکرسی کی کیا اہمیت ہے؟ یہ سمجھانے کے لیے آیئے میں اپنا ایک واقعہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں کہ۔

ایک مرتبہ میں جے پور گیا ہوا تھا، ہم وہاں کے ایک پارک میں گئے، ایک غیر مسلم آیا اور میرے بازو بیٹھ گیا، مجھ

سے سوال کیا کہ آپ جس اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو مانتے ہو اس کی ایسی دس خصوصیتیں بتایئے جو دوسروں میں نہ ہوں،، میں نے کہا کہ یہ تو بہت آسان ہے ہمارے یہاں یہ ساری خصوصیات بچہ بچہ کو یاد ہیں، پھر میں نے اس کو "آیۃ الکرسي" پڑھ کر سنایا اور کہا کہ اس کے اندر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ایسی خصوصیات کا ذکر ہے، جو دنیا میں کسی دوسرے خدا میں موجود نہیں ہیں:

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے، جسے نہ اونگھ

آئے نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین اور آسمانوں کی تمام چیزیں ہیں۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے، وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی کی وسعت نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا اور نہ اکتاتا ہے، وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔ (سورۃ البقرۃ:255)

آیۃ الکرسی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی 10 خصوصیات:

پہلی خصوصیت یہ کہ دنیا میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی وہ ذات ہے جس کے لیے الوہیت کے سارے معانی ثابت ہیں، الوہیت اور عبادت کا مستحق صرف وہی ہے اور وہی سچا

معبود ہے اس کے علاوہ ہر ایک کی عبادت و الوہیت باطل ہے۔

دوسری خصوصیت یہ کہ وہ"الْحَيُّ الْقَيُّومُ "ہے یعنی وہ زندہ ہے، اور خود سے قائم ہے۔نہ اس کی کوئی ابتدا اور نہ ہی کوئی انتہا ہے، وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا ۔

یہ سنتے ہی اس نے کہا کہ اس صفت کو سننے کے بعد میرے 90 فیصد خدا میرے ذہن سے ختم ہو گئے کیونکہ میں ہمارے جتنے بھی خدا کو دیکھ رہا ہوں وہ سب کے سب مرے ہوئے ہیں، وہ خود اپنے آپ کو موت سے بچا نہیں سکے تو میری مصیبتیں کیسے دور کریں گے ؟ اور اگر وہ بعد میں پیدا ہوئے تو اس سے پہلے کائنات کون چلا رہا تھا؟۔

میں نے اس سے کہا کہ 10 فیصد کیوں باقی ہیں ؟ اس نے کہا نہیں بھائی ہمارے کچھ ایسے خدا بھی ہیں جو ابھی بھی

زندہ ہیں۔ میں نے کہا کیا تم نے غور نہیں کیا خدا وہی ہو سکتا ہے جو "الْقَيُّومُ "ہو۔ یعنی وہ خود سے قائم ہو اور اس کے قائم ہونے میں وہ کسی کا محتاج نہ ہو اور تمام مخلوقات اسی پر ڈیپنڈ depend ہوں، تو اس نے کہا کہ اب تو وہ دس فیصد خدا بھی میرے ذہن سے غائب ہو چکے ہیں، مزید میں نے اس سے کہا کہ جن کو تم خدا سمجھ بیٹھے ہو، ان کو کئی ممالک کا ویزا نہیں ملتا، بسا اوقات ان کو کئی ایک ممالک میں داخلہ سے امتناع عائد کر دیا جاتا ہے اور ان کو ایر پورٹ سے ہی واپس کر دیا جاتا ہے۔ تو اس نے کہا آپ کی بات بہت صحیح ہے۔

تیسری خصوصیت بتاتے ہوئے میں نے کہا: اب تم واقعی اللہ تعالی کے قائل ہو جاؤ گے "لَاتَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَانَوْمٌ" اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو نیند ہی نہیں آتی، نیند تو کیا اس کو اونگھ تک نہیں آتی۔ تو وہ فورا بول پڑا کہ مجھے ایسا ہی خدا چاہیے کیونکہ مجھے راتوں میں بھی کبھی مسائل پیش آتے

ہیں، اور اگر خدا سو تا رہا تو میرے مسائل کون حل کرے گا ؟اس کو کسی بھی قسم کی کمزوری نہیں ہونی چاہیے۔

چوتھی خصوصیت بتاتے ہوئے میں نے کہا "لَهُ مَافِي السَّمَاوَاتِ وَمَافِي الْأَرْضِ" آسمان اور زمین اور ساری کائنات اسی کی ہونی چاہیے، کیونکہ یہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے بنائی ہے اور اسی نعمت کا شکر بجالانے کے لیے ہم اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

پانچویں خصوصیت بتاتے ہوئے میں نے کہا "مَن ذَاالَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّابِإِذْنِهِ" یعنی کوئی اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکتا۔ کوئی بھی آکر اس کے سامنے اپنی بات منوا نہیں سکتا، مطلب یہ کہ ہمارا خدا بہت پاور فل ہے۔ کسی میں اتنی ہمت نہیں کہ خود سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس آکر سفارش کر کے اپنے آپ کو بچالے یا

دوسروں کو بچالے جب تک کہ خود اللہ کا حکم نہ ہو۔ تو اس شخص نے کہاواقعی ایساہی ہوناچاہیے ورنہ کوئی بھی جھوٹی باتیں اس کے سامنے پیش کرکے دوسروں کاکام خراب کرسکتاہے، واقعی خداکو اتناہی پاورفل ہوناچاہیے کہ اس کے پاس کسی کی بھی نہ چلے۔

چھٹی خصوصیت بتاتے ہوئے میں نے کہا "يَعْلَمُ مَابَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَاخَلْفَهُمْ "یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اگلی پچھلی ساری باتوں کا علم ہو، اس نے فوراً کہا کہ پرفیکٹ کیونکہ میرے بہت سارے ایسے گناہ ہیں جسے دنیا نہیں جانتی ۔میں چاہتاہوں یہ سارے گناہ میرے رب کوہی بتاؤں، کسی اور کو بتاؤں گا تو وہ مجھے بلیک میل کرے گا، پھر میں نے اس سے کہا کہ دنیامیں بہت سارے بابا ایسے ہیں کہ لوگ ان کے پاس آتے ہیں اور اپنے گناہ قبول کرتے ہیں اور ان سے اپنے

گناہ بخشوانے کی درخوست کرتے ہیں تو وہ لوگوں سے اچھی خاصی رقم اینٹھ لیتے ہیں اور گناہ معاف ہونے کی گیارنٹی بھی دیتے ہیں۔ اور بہت سارے بابا ایسے بھی ہیں جو لوگوں کے گناہوں کو معلوم کرنے کے بعد ان کو بلیک میل کرنا شروع کر دیتے ہیں، لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ تو ہر وقت کھلی ہوئی ہے ایک آدمی تہجد میں اٹھے گا اور اپنے رب سے سے معافی مانگے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور اس کے گناہوں کا علم اللہ کے علاوہ کسی اور کو نہیں ہو گا، یعنی خدا کو عالم الغیب ہونا چاہیے کہ وہ سب چیزیں جاننے والا ہو، سب کے مسائل اور پرابلمز جاننے والا ہو۔

ساتویں خصوصیت بتاتے ہوئے میں نے کہا "وَلَايُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّابِمَاشَاءَ" اس اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا علم اتنا وسیع ہے کہ پورے لوگ مل کر اس

علم کا احاطہ نہیں کر سکتے، تو اس نے فورا کہا کہ پرفیکٹ خدا ہو تو ایسا۔ مجھے یہ باتیں کرتے ہوئے ایسا لگ رہا تھا کہ شاید وہ ایکٹنگ کر رہا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں ایسا پاور ہے کہ یہ آیت ہر آدمی کو اللہ تعالی کا قائل کرا دیتی ہے۔

ایک عام غلطی کسی کا یہ کہنا کہ فلاں کو قرآن پر عبور ہے:

بسا اوقات ہم جلدی میں ایسے جملے کہہ دیتے ہیں کہ "فلاں صاحب کو قرآن مجید پر عبور حاصل ہے" یہ جملہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ قرآن پر عبور کوئی بھی حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ ہر زمانے میں مسائل آتے رہیں گے اور یہ کتاب (قرآن مجید) اس کو حل کرتا رہے گا، کون ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم کو گھیر سکے؟ کون ہے جو حروف مقطعات کا معنی بتا سکے؟ ہاں کچھ ایسی چیزیں ہیں جنہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے

بندوں میں سے جسے چاہتا ہے بتاتا ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آگے فرمایا: "إِلَّا بِمَا شَاءَ" یعنی کچھ چیزوں کا علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے بتا دیتا ہے تاکہ وہ اچھے اور برے میں فرق کر سکے، حلال اور حرام میں فرق کر سکے، حق و باطل میں فرق کر سکے۔ اللہ نے انبیاء کے ذریعہ جو چاہا علم عطا فرمایا اب قرآن و صحیح حدیث کے علاوہ کوئی اور مصدر نہیں جس سے اللہ کی رضامندر معلوم کی جائے

آٹھویں خصوصیت بتاتے ہوئے میں نے کہا "وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ" یعنی اللہ سبحانہ وتعالی کی کرسی زمین اور آسمان کو گھیرے ہوئے ہے۔

نویں خصوصیت بتاتے ہوئے میں نے کہا "وَلَايَئُودُهُ حِفْظُهُمَا" وہ آسمان اور زمین کو سنبھالتے

ہوئے تھکتا نہیں ہے، یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو کوئی تکان نہیں ہوتی ، اس نے کہا واقعی اس کو تھکنا نہیں چاہیے۔ کیونکہ کائنات چلانا ہے اور خدا کو تھکاوٹ سے دور رہنا ضروری ہے۔

دسویں خصوصیت بتاتے ہوئے میں نے کہا "وَهُوَالْعَلِيُّ الْعَظِيمُ" یعنی وہ بلند و بالا اور عظیم ہے، اس نے کہا کہ مجھے میرے پیدا کرنے والے کے بارے میں اب جو تفصیلات ملی ہیں اس سے پہلے اتنی تفصیلات نہیں ملی تھی ، میں مزید اپنے خالق کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں پھر ہم نے فورا فون کر کے اس کے لیے ایک مصحف کا انتظام کیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ لوگ اسلام اور اس کی روشن تعلیمات کے پیاسے ہیں اور وہ اسلام کے تعلق سے پڑھنا چاہتے ہیں ہمیں چاہیے کہ میں اس آیت کو استعمال کریں اور

الحمدللہ اس کے اچھے خاصے نتائج بھی سامنے آئے ہیں۔ ان شاءاللہ

آیۃ الکرسی کا جنات اور شیاطین پر اثر:

ابھی چند دن قبل میں دبئ گیاہوا تھا، وہاں پر ایک گھر والوں نے مجھ سے کہا کہ ہمارے گھر کے ایک فرد پر جن سوار ہوا ہے، اور جب بھی کچھ پڑھتے ہیں تو وہ ایک دم سے چیخ مارتا ہے اور ہنگامہ برپا کر دیتا ہے، ہمارے ساتھیوں نے کہا شیخ ہم وہاں نہیں جائیں گے، کیونکہ ہم ایک دو افراد ہیں اور وہ صاحب ایک پہلوان قسم کے ہیں اور اگر ان کے اندر جن آجائے تو وہ ہم پر بھاری پڑ جائیں گے اور ہمیں ان کو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا، میں نے ان سے کہا کہ وہ بہت پریشان ہیں

اور ہمیں ان کی مدد کرنی چاہیے، پھر میں نے ان سب سے کہا کہ ہر کوئی "آیۃ الکرسي" پڑھ لے، سب نے اس "آیۃ الکرسي" کو پڑھ لیا۔ عموما ایسے موقع پر میرا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اپنے ساتھیوں کو سورہ فاتحہ پڑھادیتاہوں، اس کے بعد درود ابراہیم پڑھادیتاہوں اور اس کے بعد استغفر اللہ پڑھادیتاہوں تاکہ ہماری بھی معافی ہوجائے ورنہ ہم تو گنہگار ہیں کہیں کسی گناہ کی وجہ سے کوئی وبال نہ آجائے، پھر اس کے بعد "آیۃ الکرسي" پڑھادیتاہوں۔ لہذا اسی طرح ہم یہ سب کچھ پڑھنے کے بعد وہاں پہنچے اور میرے ساتھی میرے آس پاس بیٹھ گئے اور وہ سب میری حفاظت کے لیے بیٹھے ہوئے تھے کہ اگر وہ حملہ کرے گا تو وہ میری حفاظت کر سکیں، کیونکہ ان کے اندر بہت بھیانک عفریت قسم کا شریر جن تھا، جب میں نے قرآنی آیات پڑھنا شروع کیا تو ان کے اندر فورا جن آگیا اور وہ مجھے مارنے کے لیے لپک پڑا اور ہاتھ

بڑھا یا لیکن جیسے ہی اس کا ہاتھ میرے جانب بڑھا، اس کا ہاتھ مجھے لگے بغیر پیچھے کی طرف واپس ہو گیا، میرے اطراف بیٹھے ہوئے ساتھی پریشان تھے کہ وہ مجھ پر حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن وہ بے بس اور مجبور تھا، لاکھ کوششوں کے باوجود وہ مجھے چھو نہیں پا رہا تھا، وہ مجھے ڈرانے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ میں مجلس چھوڑ کر بھاگ جاؤں لیکن میں ڈرے بغیر ویسے ہی پڑھنا جاری رکھا، یہ سب اس لیے ممکن ہوا کیونکہ میں نے پہلے سے ہی "آیۃ الکرسي" پڑھ رکھا تھا۔

واقعی جب ہم "آیۃ الکرسي" پڑھتے ہیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمارے جسم کے اطراف ایک حصار باندھ دیتے ہیں، بنگال سے لے کر ٹامل ناڈو تک ہم نے جنوں کا پیچھا کیا، پورے ایک سال ہم نے ایسے ہی گزارا، میرے ساتھ ایک پوری ٹیم تھی اور ہم شہر شہر گاؤں گاؤں جاتے تھے اور جنوں کو بھگاتے تھے، کیونکہ بنگال کے جادو گر بڑے خطرناک ہوتے ہیں،

جب ہم بنگال گئے تو ایک ہی وقت، ایک ہی ہال میں پانچ پانچ سو لوگ اپنا علاج کروانے کے لیے آتے تھے، آخر کار ہم کو اس ہال کے دروازے پر تالا ڈالنا پڑا اور لوگ باہر بھیڑ لگا کر ٹھہر جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارا بھی علاج کرو، ہم ان سے کہتے تھے کہ آج کے دن صرف پانچ سو لوگ ہی آسکتے ہیں۔!

بتانے کا مقصد یہ ہے کہ میں اور ہمارے ساتھی سب سے پہلے " آیۃ الکرسي " پڑھ لیا کرتے تھے اور اس کے بعد علاج شروع کر دیتے تھے۔

اسی طرح میں ایسی دبلی پتلی لڑکی کو جانتا ہوں جو کہ بہت ہی کمزور تھی لیکن اسکے بھائی کرناٹک کے مشہور پہلوان تھے، جب اس لڑکی پر جن حاوی ہوتا تو وہ ان پہلوانوں کو ایک ساتھ پچھاڑ دیتی تھی، اس کے گھر والے بڑے پریشان تھے آخر کار ہمارے ایک معالج ساتھی آگے بڑھے اور انھوں

نے سورہ فاتحہ اور آیت الکرسی پہلے پڑھ لیا اور اس کے بعد ایک تولیہ لے کر اس لڑکی کے سر کے چند بال پکڑ کر سورۃ الفاتحہ اور "آیۃ الکرسي" کا ورد کرتے رہے اور "اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِینُ" کثرت سے پڑھتے گئے تو وہ لڑکی بالوں سے لٹک گئی ایسا لگتا تھا کہ وہ ایک چھوٹی اور ہلکی گڑیا ہے، الغرض بتانے کا مقصد یہ ہے کہ جب جن انسان کے جسم پر سوار ہو جاتا ہے تو انسان کی طاقت مزید بڑھ جاتی ہے لیکن قرآن اس سے طاقت ور اور پاور فل کلام ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد ہے:

"لَوْ أَنزَلْنَا هَـٰذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّن خَشْيَةِ اللَّهِ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ"

ترجمہ:" اگر اس قرآن مجید کو ہم کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو اے نبی اکرم ﷺ آپ دیکھتے کہ یہ پہاڑ اللہ سبحانہ

وتعالیٰ کی خشیت سے ریزہ ریزہ ہوجاتا،اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور وفکر کریں۔"
(سورۃالحشر:21)

لیکن آج ہم ان اذکار ووظائف کا اہتمام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے نہیں بلکہ شیاطین وجنات،جادووغیرہ سے ڈر کررہے ہیں جبکہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ہر دن انہیں صبح شام پڑھنے کا حکم دیاہے اور نبی اکرم ﷺ نے اذکار کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ یہ دعائیں تمہارے لیے قلعہ ہیں(سنن ترمذی:2863)اس حدیث کو دیکھ کر ایک عالم سعید بن علی بن وھف القحطانی نے ایک مستقل دعاؤں کی ایک کتاب ہی لکھ دی ہے جس کانام "حصن المسلم "یعنی "ایک مسلمان کا قلعہ" رکھا ہے، کیونکہ یہ دعائیں پڑھنے سے جنوں اور انسانوں کی شرارت سے ہم بچ سکتے ہیں۔

آیۃ الکرسی کے فضائل:

آیۃ الکرسی کی پہلی فضیلت حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی روشنی میں:

مجھے اس وقت صحیح بخاری کی وہ حدیث یاد آرہی ہے کہ جس وقت نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بیت المال کی ذمہ داری دیتے ہوئے کہا تھا آپ کو رات بھر صدقے کی ان کھجوروں کی نگرانی کرنا ہے جیسا کہ حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"وَكَّلَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ، فَأَتَانِي آتٍ فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ، وَقُلْتُ: وَاللَّهِ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: إِنِّي مُحْتَاجٌ، وَعَلَيَّ عِيَالٌ وَلِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ، قَالَ: فَخَلَّيْتُ عَنْهُ، فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ البَارِحَةَ» ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، شَكَا

حَاجَةً شَدِيدَةً، وَعِيَالًا، فَرَحِمْتُهُ، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، قَالَ: «أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ، وَسَيَعُودُ» ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ، لِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِنَّهُ سَيَعُودُ، فَرَصَدْتُهُ، فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ، فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ، لاَ أَعُودُ، فَرَحِمْتُهُ، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ» ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً، وَعِيَالًا، فَرَحِمْتُهُ، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، قَالَ: «أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ» ، فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ، فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ، فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ، وَهَذَا آخِرُ ثَلاَثِ مَرَّاتٍ، أَنَّكَ تَزْعُمُ لاَ تَعُودُ، ثُمَّ تَعُودُ قَالَ: دَعْنِي أُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللَّهُ بِهَا، قُلْتُ: مَا هُوَ؟ قَالَ: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ، فَاقْرَأْ آيَةَ الكُرْسِيِّ: {اللَّهُ لاَ إِلَهَ إِلَّا هُوَ الحَيُّ

القَيُّومُ} [البقرة: 255] ، حَتَّى تَخْتِمَ الآيَةَ، فَإِنَّكَ لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ، وَلاَ يَقْرَبَنَّكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : «مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ البَارِحَةَ» ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللَّهُ بِهَا، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، قَالَ: «مَا هِيَ» ، قُلْتُ: قَالَ لِي: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتَّى تَخْتِمَ الآيَةَ: {اللَّهُ لاَ إِلَهَ إِلَّا هُوَ الحَيُّ القَيُّومُ} [البقرة: 255] ، وَقَالَ لِي: لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ، وَلاَ يَقْرَبَكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ - وَكَانُوا أَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الخَيْرِ - فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : «أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ، تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلاَثِ لَيَالٍ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ» ، قَالَ: لاَ، قَالَ: «ذَاكَ شَيْطَانٌ»

ترجمہ:" رسول اللہ ﷺ نے مجھے رمضان کی زکوۃ کی حفاظت کرنے کے لیے مقرر کیا، اچانک رات میں ایک آدمی آیا اور اس نے خزانے میں سے اناج لینے کی کوشش کیا، میں نے اس کو پکڑ لیا اور میں نے کہا اللہ کی قسم کل صبح میں تیرا معاملہ نبی اکرم ﷺ کے پاس پیش کروں گا، اس نے کہا بے شک میں بہت غریب ہوں ، مجھ پر میرے خاندان کی ذمہ داری ہے اور میں بہت ضرورت مند ہوں ،(لہذا مجھے چھوڑ دو)، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اسے چھوڑ دیا، جب صبح ہوئی تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس پہونچا۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے پوچھا اے ابوہریرہ! کل رات اپنے قیدی کے ساتھ کیا معاملہ کیے ؟(کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو وحی کے ذریعہ اطلاع دے دی تھی)، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس نے اپنی حاجت بتائی، مجھے اس پر رحم آگیا اور میں نے اس

کو چھوڑ دیا، نبی اکرم ﷺ نے کہا کہ "کذبک سیعود" اس نے تم سے جھوٹ کہا لیکن وہ پھر دوبارہ آئے گا، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یقین تھا کہ وہ دوسری رات بھی آئے گا، میں اس کی گھات میں بیٹھا تھا کہ وہ آیا اور خزانے میں سے اناج لینے کی کوشش کیا، میں نے اس کو پکڑ لیا ، اور میں نے کہا اللہ کی قسم کل صبح میں تیرا معاملہ نبی اکرم ﷺ کے پاس پیش کروں گا، اس نے کہا بے شک میں بہت غریب ہوں، مجھ پر میرے خاندان کی ذمہ داری ہے اور میں بہت ضرورت مند ہوں ،(لہذا مجھے چھوڑ دو)، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اسے چھوڑ دیا ، جب صبح ہوئی تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس پہونچا۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے پوچھا اے ابوہریرہ !کل رات اپنے قیدی کے ساتھ کیا معاملہ کیے ؟ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس نے اپنی حاجت بتائی، مجھے اس پر رحم

آ گیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا، نبی اکرم ﷺ نے کہا کہ "کذبک سیعود" اس نے تم سے جھوٹ کہا لیکن وہ پھر دوبارہ آئے گا، پھر میں تیسری رات اس کی گھات میں بیٹھ گیا وہ آیا اور خزانے میں سے اناج لینے کی کوشش کیا، تو میں نے اس کو پکڑ لیا، اور میں نے کہا اللہ کی قسم کل صبح میں تیرا معاملہ نبی اکرم ﷺ کے پاس پیش کروں گا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو، میں تمہیں ایسی باتیں سکھاؤں گا جس کے ذریعہ اللہ تمہیں فائدہ پہنچائے گا، جب تم بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو، اگر ایسا کروگے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نگران مقرر رہے گا اور صبح تک شیطان آپ کے قریب نہیں آئے گا ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا، جب صبح ہوئی تو میں نبی اکرم ﷺ کے پاس پہونچا۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے پوچھا اے ابوہریرہ ! کل رات اپنے قیدی کے ساتھ کیا معاملہ کیے ؟ میں نے کہا اے اللہ کے

رسول ﷺ! اس کا دعوی تھا کہ وہ مجھے ایسے کلمات سکھائے گا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مجھے فائدہ پہنچائیں گے ۔ آپ ﷺ نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں ؟ میں نے کہا کہ اس نے مجھ سے کہا کہ جب تم بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو جس کی وجہ سے تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نگران مقرر رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا۔ صحابہ کرام نیکی کے زیادہ حریص تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس نے آپ سے سچ کہا جبکہ وہ بہت جھوٹا ہے۔ اے ابوھریرہ! کیا تمہیں معلوم ہے وہ کون تھا جس نے تین رات آپ سے بات کیا؟ حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا وہ شیطان تھا" (صحیح بخاری: 2311)

حدیث سے ماخوذ مسائل:

ا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فطرے کے کھجور کا نگران مقرر فرمایا تھا۔

محدثین کہتے ہیں کہ شاید وہ فطرے کے کھجور تھے۔

شیخ عبد الرزاق البدر العباد حفظہ اللہ کہتے ہیں کہ شاید وہ کھجور تھے کیونکہ ایک اورروایت میں یہ بات آئی ہے کہ جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کا ہاتھ پکڑا تو ان کو کھجور کا پیسٹ لگا، بہر حال اس حدیث سے ہمیں معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فطرے کی کھجوروں کا نگران مقرر کیا تھا۔

۲۔جنات اور شیاطین اکثر جھوٹ بولتے ہیں:

اس حدیث سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جنات اور شیاطین اکثر جھوٹ بولتے ہیں کیونکہ اکثر علاج کے دوران جنات اور شیاطین لوگوں کے درمیان لڑائی اور پھوٹ ڈالنے کے لیے اور لوگوں کا عقیدہ بگاڑنے کے لیے جھوٹ بولتے ہیں کہ فلاں رشتے دار نے تم پر جادو کیا یا فلاں کی روح تمہارے پیچھے پڑ گئی ہے وغیرہ، اسی لیے علمائے کرام کہتے ہیں ان سے

زیادہ باتیں بھی نہیں کرنی چاہیے ، کیونکہ وہ جاتے جاتے وسوسے یا جھوٹی باتیں کہہ جاتے ہیں۔

۳۔ دین وہی ہے جس پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مہر ہو:

اس حدیث سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دین سمجھ کر جو کام بھی ہم کرتے ہیں اس پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مہر ہونا ضروری ہے، یعنی وہ چیز قرآن اور صحیح احادیث میں موجود ہو۔ جو چیز قرآن اور صحیح احادیث میں موجود نہ ہو وہ کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو ہم اس کو ہر گز قبول نہیں کریں گے۔ لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم دین کی ہر بات کو چیک کرلیں، ریسرچ کریں ، تحقیق کریں دین کی کوئی بھی بات اندھے بہرے ہو کر نہ کریں ، کیونکہ آج لوگ فضائل سناتے ہوئے ضعیف اور من گھڑت روایات بیان کر دیتے ہیں ۔جو بات قرآن مجید اور صحیح حدیث سے میل نہیں کھاتی ہے

اسے رد کر دیں اور ساتھ ہی یہ بھی دیکھیں کہ اس حدیث سے جو بات ہم سمجھے ہیں وہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے فہم سے نہ ٹکرائے۔

۴۔ آیۃ الکرسی رات کو پڑھ کر سونے سے صبح تک شیطان سے حفاظت ہوتی ہے اور اللہ تعالی کی طرف سے ایک فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے:

اس حدیث کو پڑھنے سے یہ بھی پتہ چلا کہ اگر آپ "آیۃ الکرسي" پڑھ کر سوتے ہیں تو رات بھر ایک فرشتہ آپ کی حفاظت کرتا ہے اور صبح تک شیطان انسان کے قریب نہیں آتا۔ لیکن آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے نوجوان گانے سنتے سنتے سو جاتے ہیں، دوسروں کو گالی دیتے دیتے سو جاتے ہیں، غصے میں کسی کو ڈانٹ کر سو جاتے ہیں، یہ ساری چیزیں اسلامی طریقہ کے منافی ہیں ہمیں اس سے پرہیز کرنا چاہیے ۔اور سوتے وقت اسلامی آداب کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ نبی اکرم

ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے ثابت شدہ اذکار اوروظائف، سورہ ملک، "آیۃ الکرسي"، معوذتین اور سورہ اخلاص وغیرہ کا اہتمام کرنا شریعت کی تعلیمات ہیں۔

آیۃ الکرسی کی دوسری فضیلت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث کی روشنی میں:

آیت الکرسی قرآن مجید کی ساری آیات میں سب سے افضل آیت ہے۔ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

«يَا أَبَا الْمُنْذِرِ، أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ مَعَكَ أَعْظَمُ؟» قَالَ: قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: «يَا أَبَا الْمُنْذِرِ أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ مَعَكَ أَعْظَمُ؟» قَالَ: قُلْتُ: {اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ} [البقرة: 255] . قَالَ: فَضَرَبَ فِي صَدْرِي، وَقَالَ: «وَاللهِ لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ أَبَا الْمُنْذِرِ»

ترجمہ: اے ابو لمنذر (ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو المنذر تھی) کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کونسی ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے پھر پوچھا اے ابو لمنذر (ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو المنذر تھی) کتاب اللہ کی سب عظیم آیت کونسی ہے؟ پھر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کہا وہ "اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم" (آیت الکرسی) قرآن مجید کی سب سے افضل آیت ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ میرے سینے کو ٹھونکا اور کہا تمہیں علم مبارک ہو (اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمہارے علم میں اضافہ کرے) اے ابو المنذر۔ (صحیح مسلم:810)

آیۃ الکرسی کی تیسری فضیلت:

مَن قرأَ آيةَ الكرسيِّ دبُرَ كلِّ صلاةٍ مَكْتوبةٍ، لم يمنَعهُ مِن دخولِ الجنَّةِ، إلَّا الموتُ۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہر فرض نماز کے آخر میں (یعنی بعد میں) آیت الکرسی پڑھتا ہے تو اسے جنت میں داخل ہونے سے موت کے علاوہ کوئی چیز نہیں روکتی۔ (صحیح الجامع:6464)

آیۃ الکرسی کا معنی ومفہوم:

واقعی "آیۃ الکرسي" بہت عظیم آیت ہے، پہلے جب زی سلام Zee Salam پر میرے بہت سارے اپیسوڈ episode آتے تھے تو اس وقت 30 اپیسوڈ episode صرف میں نے "آیۃ الکرسي" پر دیے تھے، آیئے اس کا معنی ومفہوم جاننے کی کوشش کرتے ہیں:

اس آیت کی شروعات لفظ جلالہ "اللہ" سے ہوتی ہے ، امام بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ لفظ جلالہ " اللہ " سے 18 معانی نکلتے ہیں۔

شیخ صالح العثیمین رحمہ اللہ نے صرف " آیۃ الکرسي "پر 300 سے زائد صفحات پر مشتمل ایک کتاب لکھی ہے ، جس کا انگلش میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے، اس میں انھوں نے کہا ہے کہ لفظ " اللہ " "اِلہ " سے مشتق ہے اور اس "اِلہ" کا مطلب مالوہ یا محبوب ہے ، یعنی وہ ذات جس کو آپ دل سے چاہتے ہیں ، بالفاظ دیگر اللہ وہ ہے جس کی محبت انسان کی فطرت میں ڈال دی گئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مومنوں کے بارے میں ارشاد فرمایا: " **وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ** "ترجمہ: اور جو ایمان والے ہوتے ہیں وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو سب سے زیادہ چاہنے والے ہوتے ہیں۔(سورۃ البقرۃ:165)

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ لفظ "اللہ" مشتق نہیں جامد ہے تو اس آدمی کے اندر معتزلہ کا عقیدہ پایا جاتا ہے۔

کیونکہ اہل السنہ والجماعہ کا عقیدہ یہ ہے کہ لفظ "اللہ" ایک مشتق کلمہ ہے اور اس کا ایک مستقل معنی ہے، اس کے اٹھارہ معانی ہیں اور ان میں سے ایک معنی جس پر سارے علماء متفق ہیں وہ ہے "المألوہ" یعنی وہ ذات جس کی محبت کے سب قائل ہوں، چاہے کوئی مانے یا نہ مانے۔ اسی لیے آپ اکثر غیر مسلمین کو دیکھیں گے کہ جب وہ "لا إلہ إلا اللہ" پڑھنے لگتے ہیں تو ان کی آنکھوں سے مارے خوشی کے آنسو آنے لگتے ہیں کیونکہ انہیں ایسا لگتا ہے کہ ان کی فطرت کسی چیز کو تلاش کر رہی تھی جیسے ہی ان کی فطرت کو وہ چیز مل جاتی ہے تو وہ رو پڑتے ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ مرتے دم تک

ہمیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے راستے پر چلنا نصیب فرمائے۔
آمین!

بلکہ علماء کرام نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے جو 99 نام ہیں، ان ناموں میں جتنے معانی ہیں، وہ سارے معانی صرف لفظ جلالہ "اللہ" میں موجود ہیں۔

عربی زبان کا یہ لفظ اتنا Unique اور یکتا ہے کہ ایسا لفظ آپ کو عربی زبان میں بھی نہیں ملے گا کیونکہ عربی زبان کے لفظ جلالہ "اللہ" کے معنی میں جو گہرائی ہے ویسا معنی رکھنے والا دوسرا لفظ سارے عربی زبان کے ذخیرہ میں آپ کو کہیں نہیں ملے گا۔

زی سلام Zee Salam پر اس "آیۃ الکرسي" کے تعلق سے گفتگو کرتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اسماء و صفات کے بارے میں بتاکر جب میں نے 30 اپیسوڈ

episode مکمل کرلیے تو ہمارے اس وقت کے ایک پروڈیوسر – (جنہوں نے ہندوستان کے بڑے بڑے فلم اداکاروں actors کو ہدایت Direct کیا ہے،)- نے کہا کہ آپ نے اتنے بہترین انداز میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا جو تعارف پیش کیا ہے اس کو سن کر میرے دماغ کے پردے ہٹ گئے حالانکہ میں ایک نان مسلم ہوں اور میرا تعلق ایک پنڈت گھرانے سے ہے، آپ کے اپیسوڈ episode سننے کے بعد مجھے یہ یقین ہو گیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات اتنی عظیم الشان اور اونچی ہے جسے ہم معمولی چوہے اور جھینگر جیسی مخلوقات کے ساتھ ملا دیتے ہیں، اس کو ہم ہاتھیوں اور بندروں میں ڈھونڈ رہے ہیں، دراصل ہمیں اس کی عظمت کا تصور نہیں ہے، اگر ہمیں اس اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات کا صحیح تصور ہوتا تو آج ہم جانوروں کی پوجا نہ کرتے اور ہم یہ نہیں کہتے کہ پتھروں میں ہمارا خدا ہے، ہم کو اصل میں ہمارے پیدا کرنے

والے کی طاقت اور اس کی عظمت اور اس کی قدرت کا اندازہ ہی نہیں ہے

آج مسلمانوں کو جتنا اولیاء کا تعارف ہے اس کا آدھا یا دس فیصد بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا تعارف نہیں ہے، اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا تعارف اچھے طریقے سے ہمارے پاس ہوتا تو سوال ہی نہیں اٹھتا کہ آدمی پر جب کبھی کوئی تکلیف یا پریشانی آئے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو چھوڑ کر اولیائے کرام کی مزارات کا رخ کرے۔

آج مسلمان اولیائے کرام کی مزارات کی طرف جارہاہے ان پر سجدے کررہاہے اور وہاں نذر ونیاز اور منتیں مانگ رہاہے، وہاں جاکر دھاگے باندھ رہاہے، قربانیاں کررہا ہے، صندل لگارہاہے، مزاروں کا طواف کررہاہے، جو چیزیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے خاص تھیں وہ ساری چیزیں اولیائے

کرام کے لیے کر رہا ہے ، کیونکہ اس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا تعارف نہیں مگر اولیائے کرام کا تعارف ضرور ہے۔

"لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ" کا معنی:

"لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ" کا مطلب ہے :" نہیں ہے کوئی سچا معبود سوائے اللہ کے۔"

اس ایک جملے میں دو باتیں ہیں، مثبت اور منفی یعنی اقرار اور انکار، مطلب یہ ہوا کہ ہمیں صرف اللہ کا اقرار کرنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ غیر اللہ کا انکار بھی بے حد ضروری ہے، یعنی اگر کوئی کہتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ میرا معبود اور رب ہے تو یہ کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لیے شرک کا انکار بھی ضروری ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى لَا انفِصَام لها"

ترجمہ:"پھر جو طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے تو یقینا اس نے ایک مضبوط کڑا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں"(سورۃ البقرۃ:256)

مگر اس مسئلہ کو کما حقہ نہ سمجھنے کی وجہ سے مسلمانوں میں دو گروہ وجود میں آئے: توحیدی مسلمان، تندیدی مسلمان۔

ان میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی سچا اور حقیقی معبود ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی معبود حقیقی نہیں ہے، ان کو توحیدی فرقہ کہا جاتا ہے۔

جبکہ دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمارا معبود ہے لیکن یہ اللہ کے ساتھ عملی طور پر عبادت میں دوسروں کو شریک بھی کرتے ہیں، ان کو تندیدی فرقہ

کہاجاتاہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اسی کی طرف اشارہ فرمایاہے:

"وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ "

ترجمہ:"لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو شریک بناتے ہیں اور وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسے اللہ سے محبت کرنی چاہیے "(سورۃ البقرۃ:165)

مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ ند(شریک) بنانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو مانتے ہوئے اس کے ساتھ عبادت میں دوسری مخلوقات کو شریک کرنا، اسی طرح تاریخ میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ کے ساتھ شریک کیااور خداہونے کادعوی کیا

جیسے کہ فرعون نے کہا "أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ" کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں" (سورۃ النازعات: 24)

اسی طرح کچھ ایسے تھے جنہوں نے اللہ کے اختیارات میں شرکت کا دعویٰ کیا جیسے کہ نمرود نے مارنے اور زندگی دینے کی بات کہی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی زبانی فرمایا :"قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ ""اس نے کہا کہ میں بھی زندگی دیتا ہوں اور موت دیتا ہوں" (سورۃ البقرۃ: 258)۔

اسی طرح دنیا میں بعض ایسے لوگ بھی گذرے ہیں جنہوں نے اللہ تعالی کے لیے اولاد کا دعویٰ کیا جیسا اللہ تعالی نے فرمایا:

"وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ"

ترجمہ:"یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بیٹے ہیں اور نصرانیوں نے کہا کہ مسیح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بیٹے ہیں"(سورۃ التوبۃ:30)

علاوہ ازیں ایسے لوگ بھی دیکھنے کو ملیں گے جنہوں نے عبادت میں اللہ تعالی کے ساتھ دوسروں کو شریک کیا ،جیسا کہ کفار قریش کعبۃ اللہ میں 360 بتوں کی پوجا کرتے تھے ،جب ان سے پوچھا جاتا کہ تم ان بتوں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟تو وہ کہتے " مانَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ" ترجمہ :"ہم تو اس لیے ان بتوں کی عبادت کررہے ہیں تاکہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کریں " (سورۃ الزمر:3)یعنی وہ سمجھتے تھے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ڈائرکٹ نہیں سنتا ،اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو سنانے کے لیے ان بتوں کا سہارا لینا پڑتا ہے،ان کی شفاعت لینی پڑتی ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

"وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَـٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ"

ترجمہ:"اور جو لوگ اللہ کے علاوہ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں یہ نہ انہیں نقصان پہنچاسکتے ہیں اور نہ فائدہ پہنچاسکتے ہیں اور وہ کہتے ہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں"(سورۃ یونس:18)

یہاں ایک بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ آدمی غلط وسیلوں کے راستے سے شرک کے دلدل میں پھنستا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آدمی سب سے پہلے وسیلوں کا شکار ہوتا ہے اور اس کے بعد ان وسیلوں سے اتنی محبت کرتا ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو محبت کرنے کا حق ہے۔

غرض یہ کہ خدائی کا دعوی کرنا یا اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کرنا یا کسی اور کو اس کی عبادت میں شریک کرنا یہ ساری چیزیں غلط ہیں، تندید کی قبیل سے ہیں۔

تندید (شریک بنانے) کی اقسام:

تندید (شریک بنانے) کی کئی قسمیں ہیں، ان میں پانچ قسمیں ایسی ہیں جن میں موجودہ دور کے اکثر مسلمان مبتلا ہیں:

(1) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات میں نِد بنانا۔

(2) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ناموں میں نِد بنانا۔

(3) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کاموں میں نِد بنانا۔

(4) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے کی جانے والی عبادتوں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ میں نِد بنانا۔

(5) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفات میں نِد بنانا۔

دراصل یہ پانچ کام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حقوق ہیں اور اسی کے لیے خاص ہیں۔ ان پانچوں حقوق میں اللہ تعالیٰ کے

ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا توحید کہلاتا ہے۔ لیکن اگر ہم ان میں سے کسی ایک میں کسی کو بھی اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں تو یہ تندید کہلاتا ہے اور یہ دنیا کا سب سے بڑا گناہ ہے۔

(1) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات میں نِد بنانا:

آج کل ہمارے معاشرے میں اللہ کی ذات میں ند بنانا عام ہو گیا ہے جیسا کہ بعض مساجد کی میناروں سے ہر دن یہ صدا سننے کو ملتی ہے "الصلاۃ والسلام علیک یانورا من نور اللہ" یعنی اے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نور میں سے ایک نور (نبی اکرم ﷺ) تم پر درود وسلامتی ہو۔ اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں "**یا علی کرمدد**" "**یاغوث کرمدد**"۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہاں تک کہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو صفات ڈائرکٹ پکارنا بھی غلط ہے مثلا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا صفاتی نام الرحمٰن ہے اور اس کی صفت "الرحمۃ" ہے سو اللہ کو اس طرح پکارنا "یاالرحمۃ ارحمنا" بھی غلط ہے۔ یعنی

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پکارنا چاہیے نہ کہ اس کی صفت کو۔ یہ بڑا ہی حساس مسئلہ ہے آج ہم اس کو بالکل نظر انداز کر چکے ہیں۔

آج مسلم قوم علمی سطح سے نیچے گر چکی ہے؛ بالفاظ دیگر جس قوم کا مقصدِ زندگی ہی یہی تھا کہ توحید کا جام ساری دنیا والوں کو پلائے لیکن وہ خود آج شرک کے دلدل میں پھنسی ہوئی ہے، جس قوم کا یہ کام تھا کہ غیر مسلموں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا صحیح تعارف کرائے آج وہی قوم خود شرک میں ڈوبی ہوئی ہے۔

(2) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ناموں میں نِد بنانا:

آج ہمارے مسلمان اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ناموں میں بھی نِد بنائے ہوئے ہیں، جیسے کہ بعض لوگ اپنے بچوں کا نام "**غوث**" رکھتے ہیں، جو ایک فارسی لفظ ہے جس کا معنی مدد کرنے والا اور جس کی عربی "النصیر" ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا نام

ہے۔ اسی طرح "**دستگیر**" جس کا ترجمہ ہاتھ پکڑنے والا اور جس کی عربی بھی "النصیر" ہے جو اللہ کے ناموں میں سے ہے ۔ اسی طرح "**بندہ نواز**" جس کا معنی ہے بندہ کو دینے والا اور اس کی عربی "الوھاب" ہے جو اللہ کے ناموں میں سے ہے۔ اسی طرح کسی پیر یا ولی کو آپ "**گنج بخش**" کہتے ہیں اس کا عربی ترجمہ "الرزاق" ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ناموں کو فارسی یا اردو میں ترجمہ کر کے کسی کو بھی نہیں دے سکتے یہ سارے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے خاص ہیں۔ اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ناموں اور صفتوں میں ساجھی بنانا، تندید کہلاتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس قسم کی تندید سے ہماری حفاظت فرمائے۔

(3) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کاموں میں میں نِد بنانا:

اسی طرح موجودہ دور میں مسلمان اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کاموں میں دوسروں کو نِد بنائے ہوئے ہیں ، روزی دینا،

اولاد دینا، مصیبت کو دور کرنا یہ سب اللہ تعالیٰ کے کام ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور مصلحت کی بنا پر کسی کو جلد شفا یا اولاد نہیں دے رہا تو وہ فورا اللہ کا در چھوڑ کر دوسروں کے در چلے جاتے ہیں اور ان سے شفا اور اولاد مانگتے ہیں، اب یہاں پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کے در پر جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا صحیح تعارف نہیں ہے، لیکن اس کے مقابلے میں اس کو اولیاء کا تعارف زیادہ ہے۔ لوگوں کو بابا اور ان کے خاندان اور ان کی کرامتوں کے بارے میں ساری جانکاری ہوتی ہے اور ان کے بارے میں آدھا آدھا گھنٹہ بولیں گے، لیکن جب انہی لوگوں کو یہ کہا جائے کہ دو منٹ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا تعارف ایک غیر مسلم کو پیش کرو۔ وہ ہرگز ایک لفظ بھی بول نہیں پائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے قرآن مجید پڑھا ہی نہیں، اگر پڑھے بھی تو صرف برکت کے لیے بغیر سوچے سمجھے، ایک

طوطے کی طرح پڑھے ہوں گے ۔ جیسا کہ ایک شاعر ماہر القادری نے کہا۔

جیسے کسی طوطا مینا کو کچھ بول سکھائے جاتے ہیں

اس طرح پڑھایا جاتا ہوں اس طرح سکھایا جاتا ہوں

قرآن مجید میں اکثر مقامات پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا مکمل اور واضح تعارف کیا گیا ہے جن میں چند مقامات کا ذکر آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ آپ قرآن لیں، پڑھیں اس میں آپ کو اللہ کے بارے میں کافی معلومات ملیں گی، سورہ نمل کی آیت نمبر 60 سے لے کر 65، سورہ حشر کی آخری آیات اور سورۃ الاخلاص وغیرہ۔

بعض لوگ قرآن پڑھنے کے بجائے وقت کی کمی کا بہانہ بناتے ہیں، میں ان سے کہنا چاہتا ہوں کہ آج آپ کو بیالوجی پڑھنے کے لیے وقت ہے، کمسٹری پڑھنے کے لیے وقت ہے، ایک قانون دان، وکالت کرنے والا 16 سال یا 20

سال بڑی بڑی کتابیں پڑھ لیتا ہے، معمولی ایک میڈیکل فارمیسی میں جہاں دنیا بھر کے ہزاروں دواؤں کے الگ الگ نام ہوتے ہیں ان سب کو پڑھنے اور یاد کرنے کے لیے آپ کے پاس وقت ہے لیکن اللہ کے بارے میں، توحید کے بارے میں، شرک کے بارے میں جاننے کے لیے وقت نہیں ہے۔ یاد رکھیں توحید اور شرک کا مادہ Subject سب سے اہم مادہ ہے اسی پر ہماری دنیا و آخرت کی کامیابی و ناکامی کا دارومدار ہے ۔

لہذا آج ہمیں صحیح بخاری کی کتاب التوحید اور صحیح مسلم کی کتاب الایمان پڑھنے کی سخت ضرورت ہے، جب آپ ان دونوں کو پڑھیں گے تو زار و قطار رو پڑیں گے کیونکہ آج مسلمانوں کے عقائد میں بہت بگاڑ آچکا ہے، آج کل مزاروں پر ہونے والے عرسوں کی سی ڈی ملتی ہیں، اس کو لے کر ایک طرف ٹی وی میں لگایئے اور دوسری طرف صحیح

بخاری کھول لیجیے، اور اس کے بعد دیکھیے آج مسلمان عقیدے کے باب میں کتنی پستی میں گر گئے ہیں۔

جب ہندوستان میں مغل سلطنت تھی تو ان کے بادشاہ اور یہاں کے عابد اور زاہد یہ سب مل کر آپس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نام اور صفات بانٹ لیے تھے، یہ لوگ بادشاہ کو **ظل الٰہی** کہتے تھے، پھر مرور زمانہ کے ساتھ انہوں نے ایک دین ایجاد کیا اور اسکا نام "**دین الٰہی**" رکھ دیا۔ **ظل الٰہی** کا معنی ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا سایہ، سبحان اللہ کیا یہ بادشاہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا سایہ ہے؟ جب آپ اسلام کا نام لے کر غیر اسلامی تعلیمات کو پھیلائیں گے تو کیوں نہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایسی سلطنت کو تباہ و تاراج کر دے، اس ذلت ورسوائی کی بنیادی وجہ شرک ہے۔ اور کچھ لوگ یہ سوچتے ہیں کہ ہم تو شرک سے بچے ہوئے ہیں، تو ہم ان سے کہتے ہیں کہ صرف آپ کا شرک سے بچے رہنا کچھ فائدہ نہیں دیتا، جس طرح آپ

شرک سے بچے ہوئے ہیں دوسروں کو بھی حکمت کے ساتھ موعظت کے ساتھ اس سے بچانے کی کوشش کریں۔ اور جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا عذاب آتا ہے تو اس کی لپیٹ میں اچھے اور برے سارے لوگ آجاتے ہیں۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے صاف طور پر اعلان کر دیا ہے:

«إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ، سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ»

ترجمہ: "یعنی جب تم تجارت میں، کھیتی باڑی میں، مشغول ہو جاؤ گے اور جہاد کو چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم ذلت ورسوائی کو مسلط کر دے گا یہاں تک کہ تم دوبارہ دین کی طرف لوٹ آؤ" (سنن ابو داؤد: 3462)

لہذا جب تک ہم اپنے دین کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے اس وقت تک ہم ذلت اور رسوائی میں مبتلا رہیں گے

۔ یہاں پر جتنے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں سب یہ طے کر کے اور یہ عزم لے کر اٹھیں کہ ساری دنیا سے ہمیں شرک کا صفایا کرنا ہے اور توحید کے پیغام کو ہر جگہ عام کرنا ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

«إِذَا تَقَرَّبَ العَبْدُ إِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِذَا تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَإِذَا أَتَانِي مَشْيًا أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً»

ترجمہ: "اگر بندہ ایک بالشت میری طرف بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں، اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف ایک باع بڑھتا ہوں اور وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتے ہوئے آتا ہوں۔" (صحیح بخاری: 7536)

سو آپ کا کام ہے صرف ارادہ کرنا اور اس کے لیے محنت کرنا، کامیابی عطا کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

(4) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے کی جانے والی عبادتوں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ میں نِد بنانا:

آج کل بعض مسلمان اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادات میں دوسروں کو نِد بنائے ہوئے ہیں، اس کی ایک سادہ مثال یہ ہے کہ جس طرح ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہیں، قیام کرتے ہیں، رکوع کرتے ہیں، سجدہ کرتے ہیں، یہ ساری چیزیں کسی اور کے سامنے جا کر کرنا جیسے کسی قبر کے پاس جا کر قیام کرنا، کسی مزار پر سجدہ کرنا یا پھر فرض یا عیدین کی نماز کی طرح صلاۃ الغوثیۃ پڑھنا، یہ سراسر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت میں کسی اور کو ساجھی بنانا ہے اور یہ کھلم کھلا شرک ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے واضح طور پر آپ ﷺ کے زبانی فرمایا:

" قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ"

ترجمہ:" اے نبی ﷺ کہہ دیجیے میری نماز میری قربانی میرا مرنا اور میرا جینا سب کا سب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہے۔(سورۃ الانعام:162)

آپ غور کیجیے جنازے کی نماز کی ادئیگی کے وقت میت کو سامنے رکھا جاتا ہے لیکن وہاں پر سجدہ نہیں کیا جاتا ہے ۔ میت سامنے ہونے کی وجہ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سجدہ کو نکال دیا تاکہ یہ شبہ نہ رہے کہ ہم اللہ کے بجائے میت کی عبادت کر رہے ہیں، تو پھر قبر پر کیسے سجدہ کیا جاسکتا ہے ؟شرک یہ بڑا سنگین مسئلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

" وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَـٰنُ وَلَدًا (88)لَّقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا (89) تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ

هَدًّا (90) أَن دَعَوْا لِلرَّحْمَـٰنِ وَلَدًا (91)وَمَا يَنبَغِي لِلرَّحْمَـٰنِ أَن يَتَّخِذَ وَلَدًا(92) "

ترجمہ:"ان کا قول تو یہ ہے کہ اللہ رحمٰن نے بھی اولاد اختیار کی ہے۔یقیناً تم بہت بری اور بھاری چیز لائے ہو۔ قریب ہے کہ اس قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزے ریزے ہو جائیں، کہ وہ رحمان کی اولاد ثابت کرنے بیٹھے ہیں۔شان رحمٰن کے لائق نہیں کہ وہ اولاد رکھے۔(سورۃ مریم:88-92)

(5)اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفات میں نِدبنانا:

اسی طرح مسلمانوں میں اللہ کی صفات میں ند بنانا بھی عام ہو چکا ہے۔ آج کتنے مسلمان اللہ کی صفات میں تشبیہ اور تمثیل کا شکار ہیں اور انہیں اس کا احساس بھی نہیں رہتا۔اسی طرح جب وہ پریشان ہوتے ہیں تو اللہ کو نقائص یعنی صفات

نقص سے متصف کرنے سے بھی پیچھے نہیں ہٹتے جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ"

ترجمہ: اس جیسی کوئی چیز نہیں، وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔(سورۃ الشوریٰ:۱۱)۔

خلاصہ کلام یہ کہ مذکورہ پانچ چیزوں میں اللہ کے ساتھ شریک کرنے اور ساجھی بنانے کی وجہ سے آدمی تندید میں چلا جاتا ہے اس سے اجتناب بے حد ضروری ہے۔ چنانچہ جتنی بھی عبادات ہیں جیسے کہ سجدہ، رکوع، قربانی، منت، نذر و نیاز ، صوم، زکاۃ، حج، طواف، یہ ساری کی ساری اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہونی چاہیے کیونکہ یہ اللہ اور بندے کے درمیان "إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ" کا معاہدہ ہے۔

"مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ" کا معنی:

"مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ" یعنی کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔

آج مسلمانوں کے پاس عیسائیوں کی طرح ایک عجیب اور غلط عقیدہ پایا جاتا ہے۔ عیسائی سمجھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ان کی حفاظت کرنے والے وہیں اور وہ تمام بندوں کے گناہوں کے بدلے خود سولی پر چڑھ گئے، اسی لیے عیسائی جو چاہے کرتے ہیں، بالکل یہی عقیدہ مسلمانوں کا ہے کہ محمد ﷺ قیامت کے دن ہمارے حق میں سفارش کر کے ہمیں بچا لیں گے اور ان کے صدقے ہم کو جنت مل جائے گی اب یہ جو چاہیں کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے صحیح فرمایا تھا کہ قیامت کے قریب یہ امت پچھلی امتوں کی پیروی کرے گی:

" لَتَتْبَعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ، وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتَّى لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ

ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوهُ، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، الْيَهُودُ، وَالنَّصَارَى، قَالَ: فَمَنْ"

ترجمہ:"تم ضرور بضرور گزری ہوئی امتوں کی پیروی کروگے قدم بقدم ،اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوئے تو تم بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے اس میں داخل ہوجاؤگے ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا کہ گزری ہوئی امتوں سے کیا یہود و نصرائیٰ مراد ہیں ؟تو نبی اکرم ﷺ نے کہا پھر کون ہوسکتے ہیں"(صحیح بخاری:3456)

جبکہ حقیقی شفاعت میں شافع کے لیے اللہ کی اجازت اور مشفوع کے لیے اللہ کی رضامندی ضروری ہے، آج ہم نے اپنی طرف سے appoint کرلیا ہے؛ یہ ولی ہماری سفارش کریں گے ، اس طرح آپ appoint نہیں کرسکتے بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جسے چاہتا ہے اس کو شفاعت کی اجازت دیتا ہے،

اسی لیے محمد بن عبد الوھاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شفاعت کی دو قسمیں ہیں:

1۔ شفاعت مثبتہ: یہ ان لوگوں کے حق میں ہے جن کے لیے شفاعت ہو گی اور ان کے لیے شفاعت کی اجازت بھی ملے گی۔

2۔ شفاعت منفیہ: یہ ان لوگوں کے حق میں ہے جن کے لیے شفاعت نہیں ہو گی، اور ان کے لیے شفاعت کی اجازت بھی نہیں ملے گی۔ اور یہ بات ذہن میں رہے کہ جب تک اللہ سبحانہ وتعالیٰ اجازت نہیں دے گا کوئی شفاعت نہیں کر سکے گا۔

شفاعت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ڈرایا جائے، بلکہ شفاعت کا مطلب یہ ہے کہ مثال کے طور پر ایک بڑی کمپنی کا مالک ہے اور اس کی کمپنی میں کئی ایک مزدور کام کر رہے ہیں تو سارے مزدور اور سارے کام کرنے والے

اس کمپنی کے مالک سے تو اپنی تنخواہ نہیں لیں گے۔ بلکہ کمپنی کے مالک نے ایک اکاؤنٹنٹ مقرر کیا ہوتا ہے، اور سارے لوگ اس کے پاس جاکر اپنی اپنی تنخواہ لیں گے، اور اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ وہ اکاونٹنٹ ہی اپنی طرف سے جسے چاہے تنخواہ دے دے، بلکہ تنخواہ دینے والا مالک ہی ہوتا ہے لیکن وہ اکاونٹنٹ کے ذریعے دیتا ہے، تو بالکل اسی طرح معاف تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کرتا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو معلوم ہے کس کو معافی ملنے والی ہے اور کس کو معافی نہیں ملنے والی ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ بجائے خود معاف کرنے کے اپنے انبیاء کا مقام بڑھانے کے لیے کہتا ہے کہ یہ انبیاء اگر ان کے بارے میں سفارش کریں گے تو ہی ان کو بخشش ملے گی ورنہ نہیں ملے گی۔ اور مسلمانوں کے پاس سفارش کا بالکل الٹا تصور ہے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں جہنم

میں ڈالے گا تو محمد ﷺ ان کی سفارش کر کے انہیں بچالیں گے۔

آج مسلمان تین تین گھنٹے دعا کرتے ہیں اور دعا کے بعد آخر میں یہ کہتے ہیں کہ "اے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس دعا کو نبی اکرم ﷺ کے صدقہ طفیل میں قبول فرمالے" یہ پورے تین گھنٹے کی دعا بے کار ہے، شیخ صالح العصیمی کہتے ہیں کہ جس عمل میں بدعت آجائے تو وہ عمل قابل قبول نہیں ہو گا، تین گھنٹے کا یہ عمل بے کار ہو گیا صرف آخر کی ایک بدعت کے ارتکاب کرنے کی وجہ سے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کے ایک بوتل میں پانی بھرا ہوا ہے اس کو نیچے سے سوراخ ماریے تو سارا پانی نیچے سے بہہ جائے گا آپ اوپر سے کتنا بھی پانی بھر لیں نیچے سے جاتا رہے گا۔

آج یہ بھی ایک شکایت ہے کہ آج مسلمان اتنی لمبی لمبی دعائیں کر رہے ہیں وہ قبول کیوں نہیں ہو رہی ہیں؟ یہ اس

لیے ہو رہا ہے کہ اس کے اندر بدعت آچکی ہے، اس کے اندر خرافات آچکی ہیں، شیخ اسماعیل شہید رحمہ اللہ اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں کہ بعض مسلمان شفاعت کا مطلب یہ سمجھتے ہیں جیسا کہ بادشاہ کو جاکر بولتے ہیں یہ میرا کام کرو، جب بادشاہ نے انکار کر دیا تو کہتے ہیں ہم وزیر کو بولیں گے، مطلب یہ ہے کہ ہمارے وزیر سے اچھے تعلقات ہیں ہم تمہارے خلاف بغاوت کروادیں گے، تو بادشاہ بے چارہ ان کے دباؤ میں آکر ان کا کام کرتا ہے۔ اس طرح اللہ کو بادشاہ سے تشبیہ دینا غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان بہت اونچی ہے اس کی کوئی مثال نہیں، یہ دنیوی بادشاہ کسی کی بغاوت سے ڈرتا ہے لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو کسی کی بغاوت کا ڈر نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آج لوگوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا صحیح تعارف ہی نہیں ہے، آپ ﷺ کی شفاعت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ محمد ﷺ کے ذریعہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ڈرایا جائے۔ کیا

نبی اکرم ﷺ نے ہم کو ایسا تصور دیا ہے کہ تم میرا نام لے کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ڈراؤ۔

ہمیں نبی اکرم ﷺ کی ذات کے وسیلے کی نہیں بلکہ اتباع نبی ﷺ کے وسیلے کی ضرورت ہے، دونوں میں کافی فرق ہے۔

اتباع میں عمل ہوتا ہے، آدمی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے اپنے عمل کا وسیلہ لے سکتا ہے، اپنی دعا کا وسیلہ لے سکتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ناموں کا وسیلہ لے سکتا ہے۔ یہ جائز ہے کیونکہ اس کی دلیل ہے۔

اس کی دلیل کہاں ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو نبی اکرم ﷺ کی ذات کو لے کر ڈرائیں، یا یوں کہیں گے کہ:

پکڑ لے خدا تو بچا لے محمد اگر پکڑ لے محمد تو بچا کوئی نہیں سکتا

یعنی لوگ سمجھتے ہیں کہ اولیائے کرام کے پاس یا انبیاء علیہم السلام کے پاس ایسی طاقت ہے، وہ جو چاہتے ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے مانگ سکتے ہیں ، ان کی زبردستی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے چلتی ہے، یہ بالکل غلط ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے صاف طور پر اعلان کردیا کہ "مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ" کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پاس شفاعت وہی کرسکتا ہے جس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اجازت دے۔

سنن ابن ماجہ ، کتاب الزھد، کتاب: زہد وورع اور تقوی کے فضائل ومسائل

بَابُ: ذِكْرِ الشَّفَاعَةِ باب: شفاعت کا بیان۔

حدیث نمبر: 4307

(مرفوع) حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة , حدثنا ابو معاوية , عن الاعمش , عن ابي صالح , عن ابي هريرة , قال: قال رسول الله

صلى الله عليه وسلم:" لكل نبي دعوة مستجابة , فتعجل كل نبي دعوته , وإني اختبات دعوتي شفاعة لامتي , فهي نائلة من مات منهم لا يشرك بالله شيئا."

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر نبی کی (اپنی امت کے سلسلے میں) ایک دعا ہوتی ہے جو ضرور قبول ہوتی ہے، تو ہر نبی نے جلدی سے دنیا ہی میں اپنی دعا پوری کر لی، اور میں نے اپنی دعا کو چھپا کر اپنی امت کی شفاعت کے لیے رکھ چھوڑا ہے، تو میری شفاعت ہر اس شخص کے لیے ہو گی جو اس حال میں مرا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا رہا“۔

قال الشيخ الألباني: صحيح

وضاحت:

ا: یعنی عقیدہ توحید پر موت ہو، اگر شرک میں مبتلا رہ کر مرا تو نبی اکرم ﷺ کی شفاعت سے محروم رہے گا، دوسری روایت میں ہے کہ میری شفاعت میری امت میں سے ان لوگوں کے لئے ہو گی جنہوں نے کبیرہ گناہ کئے ہیں۔

تخریج الحدیث: « صحیح مسلم / الإیمان 86(199)، سنن الترمذی / الدعوات 131(3602)، (تحفة الأشراف: 12512)، وقد أخرجہ: صحیح البخاری / الدعوات 1 (6304)، مسند احمد (2/275)، موطا امام مالک / القرآن 8 (26)، سنن الدارمی / الرقاق 85(2847)(صحیح)»

"وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ" کا معنی:

"وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ "یعنی اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئی ہے۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سات آسمان بنائے ہیں! اور جو آسمان ہم دیکھ رہے ہیں وہ دنیوی آسمان ہے جس کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرمارہے ہیں :"وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ" ترجمہ:" ہم نے دنیوی آسمان کو ستاروں سے مزین کیا ہے"(سورۃ فصلت:12)۔

اگر ہم ان آسمانوں کے بارے میں آج کے سائنس دانوں سے سوال کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ابھی اس پر ریسرچ نہیں ہوئی ہے کیونکہ سائنس میں ابھی expanding of universe(کائنات کے پھیلاؤ) کا نظریہ پایا جاتا ہے۔

بہر کیف اتنی تو تحقیق سامنے آچکی ہے کہ ابھی جو آسمان ہے اس کے اندر 100 ملین کہکشاں galaxies پائی

جاتی ہیں اور انہیں میں ایک گیالگسی جس میں ہم رہتے ہیں اسکو ملکی وے milky way (دودھیہ راستہ) کہاجاتاہے۔ اور ہماری اس گیالگسی میں دوسو بلین ستارے ہیں اور آٹھ سیارے موجود ہیں، اس طرح کائنات میں 100 ملین کہکشاں گیالگزیز galaxies ہیں اور یہ سب جیسے سمندر میں کشتیاں تیرتی ہیں ویسے ہی یہ اسپیس (فضاؤں) میں ساری کی ساری تیر رہی ہیں ۔

ان کے علاوہ بقیہ آسمانوں کے بارے میں آج کی سائنس کہتی ہے: Not yet Defined (ابھی تک یہ چیز واضح نہیں ہے)۔ جبکہ قرآن مجید نے کہا کہ ایسے ہی سات آسمان ہیں، یہ سن کر لوگ پریشان ہو جاتے ہیں کہ ابھی ایک ہی آسمان کے بارے میں تحقیق نہیں ہو پائی ہے قرآن مجید سات آسمانوں کے بارے میں باتیں کرتا ہے!!!!

الغرض قرآن مجید میں سائنس کی تعلیمات بہت Advanced ہیں، سائنس کی کتابوں میں ابھی ایک آسمان کے بارے میں بھی مکمل تفصیل نہیں ہے جب کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اس کتاب میں سات آسمان کے بارے میں ذکر ملتاہے:ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا :«يَا أَبَا ذَرٍّ، مَا السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ فِي الْكُرْسِيِّ إِلَّا كَحَلْقَةٍ مُلْقَاةٍ فِي أَرْضٍ فَلَاةٍ، وَفَضْلُ الْعَرْشِ عَلَى الْكُرْسِيِّ كَفَضْلِ الْفَلَاةِ عَلَى تِلْكَ الْحَلْقَةِ»

ترجمہ:اے ابوذر کرسی کے مقابلے میں ساتوں آسمان وزمین اس کڑے کی طرح ہے جو کسی چٹیل میدان میں پھینکا گیاہے اور عرش کے مقابلے میں کرسی کی مثال اس کڑے کی

طرح ہے جو چٹیل میدان میں پھینکا گیا ہے ۔ (الأسماء والصفات للبیھقي:861)

یہ سب سننے کے بعد آپ کو اندازہ ہو چکا ہو گا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کرسی کتنی بڑی ہو گی ، ساتھ ہی یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ کرسی صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قدم رکھنے کی جگہ ہے (العرش لابن أبي شيبة، ص:79، مختصر العلو/45)

ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آسمان میں جب اوپر کی طرف جائیں گے تو سب سے آخری مخلوق عرش ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سب سے بڑی مخلوق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا عرش ہی ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس کو پیدا کیا؟

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس کو پیدا کیا؟ 1۔ قلم۔2۔ عرش۔3۔ پانی۔

امام طبری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سب سے پہلے قلم بنایا۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام ابن قیم رحمہ اللہ کا قول ہے کہ سب سے پہلے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عرش پیدا کیا۔

ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ سب سے پہلے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پانی کو پیدا کیا۔

امام طبری رحمہ اللہ نے اپنے قول کی تائید کے لیے وہ حدیث بیان کی ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمُ "کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور قلم سے کہا کہ لکھ؟۔ قلم نے کہا کہ کیا لکھوں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کہا کہ "اكْتُبْ مَقَادِيرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ"

قیامت تک آنے والی ہر چیز کی تقدیر لکھ دے۔(سنن أبي داؤد:4700)

لیکن اس حدیث کا جواب یہ دیا گیا کہ لفظ" اول" یہاں نسبتی معنی دیتا ہے، یعنی قلم پیدا ہونے سے لے کر قیامت تک کی چیزوں میں سب سے پہلے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے پہلے کوئی اور چیز نہیں تھی۔ جیسا کہ آپ کہتے ہیں کہ یہ لڑکا اس اسکول میں اول ہے تو دوسرے اسکول میں دوسرا کوئی اور اول ہو گا۔

مگر ایک اور حدیث ہے جس کو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بطورِ دلیل نقل کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

"كَانَ اللَّهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهُ، وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى المَاءِ"

ترجمہ:" اللہ تعالیٰ ازل سے موجود تھا اور اس کے سوا کوئی چیز موجود نہیں تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا" (صحیح بخاری:3191)

اسی لیے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا، سعودی عرب کے سارے علماء امام بن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام ابن قیم رحمہ اللہ کی بات کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے دلائل مضبوط ہیں۔

اوروہ حدیث جس میں پانی پہلے پیدا کیے جانے کا ذکر ہے تو اس حدیث کو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے، جبکہ اسی حدیث کو امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے صحیح مانا ہے، وہ کہتے ہیں کہ پہلے پانی تھا پھر اس کے بعد پانی پر عرش کو پیدا کیا گیا۔

لیکن ہم کہیں گے کہ عرش اور پانی دونوں اوائل میں سے ہیں اور دونوں میں کون اول ہے اس بحث میں نہیں جائیں گے۔

بہر کیف یہ کافی حساس مسئلہ ہے اس کے بارے میں ہم زیادہ گفتگو نہیں کریں گے ۔خیر اب ترتیب اس طرح ہو گی کہ اللہ نے پہلے عرش اور پانی اور اس کے بعد قلم کو پید اکیا اور اس کے پچاس ہزار سال کے بعد آسمان اور زمین کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بنایا، اور جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آسمان اور زمین کو بنانے کا فیصلہ کیا تو اس کی مدت تخلیق چھے یوم رکھی۔ چھے یوم سے کیا مراد ہے چھے دن یا چھے رات ؟ اس چھے سے نہ چھ دن مراد ہے اور نہ چھ رات۔ شیخ البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس وقت سورج اور چاند تھا ہی نہیں تو دن کا سوال پید اہی نہیں ہو سکتا۔ تو اس اعتبار سے بائبل والے پھنس گئے کیونکہ انہوں نے واضح طور پر " Days "کا لفظ استعمال کر دیا،

اس لیے سائنس نے اس بائبل کو پڑھنا اور اس پر یقین کرنا چھوڑ دیا کیونکہ جب آسمان اور زمین، سورج اور چاند تھے ہی نہیں تو یہ دن اور رات کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

در اصل یوم کے معنی "مرحلہ یا مدت (duration)" کے ہیں اور اس کا معنی کیا ہو گا یہ بولنے والے پر انحصار کرتا ہے کہ وہ کیا مراد لینا چاہتا ہے۔ مثال کے طور پر نبی اکرم ﷺ نے کہا کہ تمہارے پاس دجال آئے گا اور وہ تمہارے درمیان چالیس یوم رہے گا، تو اس کا پہلا یوم ایک سال کے برابر ہو گا، اور اس کا دوسرا یوم ایک مہینے کے برابر ہو گا اور اس کا تیسرا یوم ایک ہفتہ کے برابر ہو گا اور بقیہ یوم عام دنوں کے برابر ہوں گے۔ (صحیح مسلم)، بالکل اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے چھ یوم میں آسمان اور زمین کو پیدا کیا، تو پہلے دو یوم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا کیونکہ جب بیس base (بنیاد) رہے گا تو بعد میں چھت آئیگی اور اس کے

بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دو یوم میں آسمان بنایا، پھر اس کے بعد کے دو یوم میں زمین کو سجایا۔

یہاں ایک بات یہ بھی جان لیں، بنانے اور سجانے میں فرق ہے وہ یہ کہ کوئی بھی چیز پہلے بنتی اور اس کے بعد سجتی ہے ، سجنے میں زیادہ وقت لگتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ کیا قرآن مجید میں اختلاف ہے ؟ کیونکہ کہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کہا کہ زمین پہلے بنائی ہے اور کہیں پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کہا کہ:"وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا"یعنی آسمان کو بنانے کے بعد زمین کو ہموار کیا گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پہلے دو یوم میں زمین کو بنایا پھر اس کے بعد آسمان کی طرف متوجہ ہو کر دو یوم میں آسمان بنایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ "

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں تمہارے لیے پیدا کیں پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا تو ان کو ٹھیک سات آسمان بنایا۔(سورۃ البقرۃ:29)

اس کے بعد پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دو یوم میں زمین کو سجایا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:" وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا "ترجمہ:اس کے بعد زمین کو (ہموار) بچھا دیا۔(**سورۃ النازعات:30)**

اس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دو یوم میں زمین کو بنایا، پھر دو یوم میں آسمان کو بنایا، اور پھر دو یوم میں اس کو سجایا۔

آیت اور حدیث میں شیخ البانی رحمہ اللہ کی تطبیق:

شیخ البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ زمین کو سجانے کے بھی سات مرحلے ہیں: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سب پہلے اس زمین پر

تربت بنائی ہے (تربت یعنی اگانے والی مٹی)، پھر اس کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پہاڑوں کو بنایا، پھر اس کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے درخت بنائے ، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نور کو بنایا ۔(نور سے مراد سورج نہیں بلکہ نور سے مراد خیر ہے)، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نور کے بعد شر بنایا، پھر اس کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جانور بنائے، پھر اس کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بنایا۔

یہی ترتیب بائبل میں بھی ملتی ہے لیکن تھوڑا الگ ہے وہ اس طرح کہ پہلے خدا نے زمین کے درخت اگائے یہ غلط ہے کیونکہ جب آسمان نہیں تھا تو سورج بھی نہیں تھا اور جب سورج نہیں تھا تو درخت کیسے بن سکتے ہیں؟۔

شیخ البانی رحمہ اللہ نے کہا کہ قرآن مجید کی آیات اور صحیح مسلم کی حدیث دونوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں چھ ایام کا تذکرہ آیا ہوا ہے اور صحیح مسلم میں

سات یوم کا ذکر ہے تو اس طرح قرآن مجید میں مکمل چھے یوم کا ذکر ہے اور صحیح مسلم میں جو سات یوم کا ذکر ہے وہ زمین کو سجانے کے سات مراحل ہیں۔

آج کی سائنس بھی زمین وآسمان کی تخلیق کی بالکل یہی ترتیب بتاتی ہے ۔ شیخ البانی رحمہ اللہ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ جزائے خیر دے میں نے کئی کتابیں پڑھیں لیکن میں نے دیکھا کہ صحیح مسلم کی اس روایت کے بارے میں کسی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے، کیونکہ قرآن چھ کہتا ہے لیکن حدیث سات کہتی ہے مگر شیخ البانی رحمہ اللہ نے ان دونوں میں بڑی اچھی تطبیق دی۔

تو بہر حال یہ عظیم کائنات بڑی ہی مضبوط پلاننگ کے ساتھ بنائی گئی ہے جس سے ہم اندازہ لگاسکتے ہیں کہ اس ساری کائنات کو بنانے والا کتنا عظیم الشان ہو گا۔

ایک مثال دے کر میں اپنی بات ختم کر دیتا ہوں جب میں نیپال گیا ہوا تھا تو میں نے اپنی فلائٹ کی کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تو وہاں پر ہمالیہ پہاڑی پر برف گری ہوئی ہے اور یہ پہاڑی اتنی عظیم الشان تھی کہ نگاہ بھر کر مکمل میں اسے نہیں دیکھ پایا، تو میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا کہ وہ ہستی کتنی عظیم ہو گی کہ اس کی ایک ادنیٰ مخلوق ہمالیہ کا پہاڑ جس کا میں مکمل نظارہ نہیں کر پایا۔ ذرا غور کریں اللہ تعالیٰ کی ہستی کتنی عظیم ہو گی۔

بہر حال اس "آیۃ الکرسي" کو پڑھنے سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت، توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید اسماء و صفات کا بھی پتہ چلتا ہے۔

ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو "آیۃ الکرسي" کماحقہ سمجھنے، توحید کو اپنانے

،اس کو دوسروں تک پہنچانے اور شرک سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

حسن اخلاق کے ذریعے حالات کا مقابلہ

عناصر خطبہ

تمہید

حسنِ اخلاق کا وسیع معنی

حسنِ اخلاق کی فضیلت اور حالات کا مقابلہ

دوسروں کی مدد کرنے کی فضیلت اور معاشرے پر اس کے مثبت اثرات

غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کا حسنِ سلوک

مالدیپ انڈونیشیا اور ملیشیا میں اسلام کی تبلیغ میں مسلمانوں کے حسن کردار کا رول

آپ ﷺ کا رویہ ام جمیل کے ساتھ

آپ ﷺ کا طائف والوں کے ساتھ حسن سلوک اور انہیں معاف کرنے کا نتیجہ

میدانِ احد میں ایک کافر کے ساتھ آپ ﷺ کا حسن سلوک

فتح مکہ کے موقع پر مشرکوں کے سردار ابوسفیان کے ساتھ آپ ﷺ کا حسن سلوک

تاتاریوں کے ساتھ مسلمانوں کا رویہ اور اس کا اثر

ڈنمارک میں گستاخ رسول ﷺ کے ساتھ سعودی عرب والوں کا رویہ

برائی کو بھلائی کے ذریعہ دور کرنے کا فارمولہ ہر جگہ اپنانا چاہیے

حسن اخلاق کے لیے دعا

تمہید

حسن اخلاق ایک بڑی طاقت ہے، قوموں کا عروج وزوال اور کامیابی و کامرانی اخلاق ہی پر منحصر ہے، مسلمان جب تک حسنِ اخلاق کے پیکر بنے رہے کامیابی وکامرانی ان کے قدم چومتی رہی اور جب کبھی بد اخلاقی کا شکار ہوئے ذلت ورسوائی کے گہری کھائی میں گر گئے۔بقول حفیظ میرٹھی رحمہ اللہ:

تقریر سے ممکن ہے نہ تحریر سے ممکن
وہ کام جو انسان کا کردار کرے ہے

حسنِ اخلاق کو اپنانے سے اللہ سبحانہ وتعالی کی مدد ملتی ہے، مکی زندگی میں نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ

علیہم اجمعین کو بہت ستایا گیا، نبی اکرم ﷺ کے جسم اطہر پر پوری زندگی میں 36 مرتبہ حملے ہوئے۔ آپ ﷺ کو مختلف قسم کے برے القاب سے پکارا گیا، کبھی آپ ﷺ کو مجنون کہا گیا، کبھی آپ ﷺ کو شاعر کہا گیا، کبھی آپ ﷺ کو دیوانہ کہا گیا، کبھی نبی اکرم ﷺ کا مذاق اڑایا گیا، کبھی آپ ﷺ پر کیچڑ اچھالا گیا، کبھی آپ ﷺ پر گندگی پھینکی گئی ، کبھی آپ کو پتھر سے مارا گیا، لیکن ان تمام کا مقابلہ نبی اکرم ﷺ نے حسن اخلاق کا پہاڑ بن کر کیا ۔ آپ ﷺ نے گالیاں دینے والوں کو دعائیں دیں، پتھر برسانے والوں پر پھول برسائے۔ غرض نبی کریم ﷺ انہی اخلاق عالیہ کے ذریعہ لوگوں کے دلوں کو جیتتے رہے حتی کہ آپ ﷺ کا قاتل آپ ﷺ کا محافظ بن گیا، آپ ﷺ کا جانی دشمن آپ کا جگری دوست بن گیا۔

آپ ﷺ کے انہی اخلاق عالیہ کی شہادت دیتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

"وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ"ترجمہ:"اے نبی اکرم ﷺ بے شک آپ اخلاق حسنہ کے سب سے اونچے درجے پر فائز ہیں"۔(سورۃ القلم:4)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو بہت ساری خصوصیتیں عطا کیں، انہی میں سے ایک اہم خصوصیت حسن اخلاق بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے پاس حسن اخلاق کا پاور تھا، حسن اخلاق کی طاقت تھی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حسنِ اخلاق کے ہتھیار سے دلوں کے قلعے سَر کیے اور دلوں کی سرزمینیں فتح کیں۔

حسنِ اخلاق کا وسیع معنی:

صرف معاملات میں اچھے اخلاق کو اپنانا مکمل اخلاق نہیں ہے بلکہ عقیدہ اور عبادات وغیرہ میں بھی ہمیں اچھے اخلاق کو اپنانا چاہیے۔ عقیدے میں بہترین اخلاق یہ ہیں کہ آدمی اپنے آپ کو شرک سے بچائے، عبادات میں حسن اخلاق کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو بدعات سے بچائے۔ معاملات میں اچھے اخلاق کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو حرام سے بچائے، اخلاقیات میں اچھے اخلاق کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو ساری بداخلاقیوں جیسے حسد، تکبر، غیبت ، جھوٹ، دھوکہ دہی وغیرہ سے بچاتے ہوئے اچھے اخلاق اپنے اندر پیدا کرے۔

حسن اخلاق کی فضیلت اور حالات کا مقابلہ:

حسن اخلاق کی قرآن اور حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے

آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلاَقًا»

ترجمہ: تم میں سب سے بہترین آدمی وہ ہے جو اخلاقی اعتبار سے اچھا ہے۔ (صحیح بخاری:3559)

حسن اخلاق کو ایمان کامل قرار دیتے ہوے فرمایا:

أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومنوں میں سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جو ان میں سب سے بہتر اخلاق والا ہے۔ (سنن أبو داود:4682)

چھوٹے اور معصوم بچوں کے ساتھ حسن اخلاق کے ساتھ پیش آنے کی عملی طور پر ترغیب دی فرمایا:

عَنْ أَنَسٍ ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا، وَكَانَ لِي أَخٌ يُقَالُ لَهُ: أَبُو عُمَيْرٍ قَالَ: أَحْسِبُهُ فَطِيمًا، وَكَانَ إِذَا جَاءَ قَالَ: يَا أَبَا عُمَيْرٍ، مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ ؟ نُغَرٌ كَانَ يَلْعَبُ بِهِ، فَرُبَّمَا حَضَرَ الصَّلَاةَ وَهُوَ فِي بَيْتِنَا، فَيَأْمُرُ بِالْبِسَاطِ الَّذِي تَحْتَهُ فَيُكْنَسُ وَيُنْضَحُ، ثُمَّ يَقُومُ وَنَقُومُ خَلْفَهُ، فَيُصَلِّي بِنَا.

انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ حسن اخلاق میں سب لوگوں سے بڑھ کر تھے، میرا ایک بھائی ابو عمیر نامی تھا۔ بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ بچہ کا دودھ چھوٹ چکا تھا۔ نبی کریم ﷺ جب تشریف لاتے تو اس سے مزاح فرماتے "یا أبا عمیر ما فعل النغیر"، اکثر ایسا ہوتا کہ نماز کا وقت ہو جاتا اور نبی کریم ﷺ ہمارے گھر میں ہوتے۔ آپ اس بستر کو بچھانے کا حکم دیتے جس پر آپ بیٹھے ہوئے ہوتے، چنانچہ اسے جھاڑ کر اس پر پانی چھڑک دیا جاتا۔ پھر آپ

کھڑے ہوتے اور ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے اور آپ ہمیں نماز پڑھاتے۔(صحیح بخاری:6203)

روز محشر اثقل الشیئ في المیزان قرار دیتے ہوے حسن اخلاق کی فضیلت بیان فرمائی کہا:

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا مِنْ شَيْءٍ أَثْقَلُ فِي الْمِيزَانِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ .

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے دن) میزان میں خوش خلقی سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہ ہو گی۔(سنن اَبو داود:4799)

بلکہ جنت میں داخلے کا ایک بڑا ذریعہ حسن اخلاق کو قرار دیا فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ

الْجَنَّةَ، فَقَالَ: تَقْوَى اللَّهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ ، وَسُئِلَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ، فَقَالَ: الْفَمُ وَالْفَرْجُ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اس چیز کے بارے میں سوال کیا گیا جو لوگوں کو بکثرت جنت میں داخل کرے گی تو آپ نے فرمایا: اللہ کا ڈر اور اچھے اخلاق۔ پھر آپ سے اس چیز کے بارے میں سوال کیا گیا جو لوگوں کو بکثرت جہنم میں داخل کرے گی تو آپ نے فرمایا: منہ اور شرمگاہ۔(سنن ترمذی:2004)

حسن اخلاق کے ذریعہ معاشرے کے توازن کو باقی رکھنے کے لیے ایک اہم تعلیم دیتے ہوے فرمایا:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ قَالَ قُلْتُ أَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ قَالَ أَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا وَأَكْثَرُهَا ثَمَنًا قَالَ قُلْتُ فَإِنْ لَمْ أَفْعَلْ قَالَ

تُعِينُ صَانِعًا أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ ضَعُفْتُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ قَالَ تَكُفُّ شَرَّكَ عَنْ النَّاسِ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ مِنْكَ عَلَى نَفْسِكَ۔

ترجمہ: ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ اعمال میں سے کونسا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ پر ایمان اور اس کے راستے میں جہاد۔ میں نے عرض کیا کہ کونسا غلام آزاد کرنا سب سے افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو اس کے مالک کے نزدیک سب سے اچھا اور قیمتی ہو، میں نے عرض کیا کہ اگر میں ایسا نہ کر سکوں تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا کسی کے کام میں اس سے تعاون کرو یا کسی بے ہنر آدمی کے لیے کام کرو، میں نے عرض کیا کہ اگر میں ان میں سے بھی کوئی کام نہ کر سکوں تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کو اپنے شر سے

محفوظ رکھو اس لیے کہ اس کی حیثیت تیری اپنی جان پر صدقہ کی طرح ہو گی۔

(صحیح مسلم:84)

الغرض آج ہم بھی طعنے دیے جاسکتے ہیں ، ستا یاجاسکتاہے ، فیس بک پر یا واٹسآپ پر ہمارے خلاف کوئی پوسٹ شیر ہو سکتا ہے ، لیکن ہمیں ان تمام حالات میں اللہ کے نبی ﷺ کی سیرت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے جذبات کو قابو میں رکھتے ہوئے، جہالت کی روش سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے، قوانین کو اپنے ہاتھ میں لیے بغیر حکمت اور حسن اخلاق کے ذریعہ ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ ہم اس نبی اکرم ﷺ کے امتی ہیں جو اخلاق کا مجسمہ تھے اور جن کی تعلیمات میں صرف اخلاق ہی اخلاق ہے

۔

نبی اکرم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرنے والوں نے دیکھا ہو گا کہ آپ ﷺ جہاں بھی جاتے وہاں فسادات ختم ہو جاتے، امن کی فضا قائم ہو جاتی، اسی طرح جو بھی مومن اور سچا مسلمان ہوتا ہے وہ جہاں بھی جاتا ہے ماحول کو پر امن اور خوشی والا بنانے کی کوشش کرتا ہے، اس کے برخلاف جو شر پسند ہوتا ہے وہ جہاں جاتا ہے وہاں اچھے ماحول کو بگاڑ کر فتنہ وفساد قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے ، کیونکہ اس کو فساد پھیلانے میں مالی فائدہ ہو سکتا ہے، وہ اپنے تھوڑے سے فائدہ کے لیے معاشرے کی اچھی فضا کو مکدر کر دیتا ہے۔

دوسروں کی مدد کرنے کی فضیلت ور معاشرہ پر اس کے اثرات:

ایک مومن ہمیشہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے، فتنہ وفساد کو ختم کرنے، اور دوسروں کی مدد کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ۔ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ، يَسَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ"

ترجمہ: "اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس بندے کی مدد میں اس وقت تک لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے اور جو تکلیف میں مبتلا لوگوں کی تکلیف کو دور کرتا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ دنیا اور آخرت دونوں میں اس کی تکلیف کو دور کرتے ہیں" (صحیح مسلم:2699)

مذکورہ حدیث میں لفظ عبد (بندہ) کا استعمال کیا گیا ہے اس کا مطلب ہے کہ بندہ کوئی بھی ہو سکتا ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم اس میں کسی کی قید نہیں ہے، اگر آپ کسی کو

تکلیف میں دیکھتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرتے ہیں۔اگر آپ کسی غیر مسلم کی مدد کریں گے تو اس کے دماغ کے کسی حصے میں کبھی نہ کبھی کہیں نہ کہیں اسلام کے تعلق سے سافٹ کارنر (نرم گوشہ) پیدا ہوتا ہے ۔وہ اسلام اور مسلمانوں سے متاثر ہوتا ہے کہ اسلام اچھا مذہب ہے، مسلمان اچھے ہیں، اور میڈیا کے بعض گوشے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو کچھ بتارہے ہیں وہ غلط ہے۔

اور یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں ہے کہ میڈیا نے ہر دور میں مسلمانوں کو بدنام کرنے کی کوشش کی مگر اس کے بالمقابل مسلمانوں کا حسنِ کردار اور حسن اخلاق ہر دور میں یہ ثابت کرتا رہا کہ میڈیا جو غلط الزمات عائد کررہا ہے وہ جھوٹ اور بے بنیاد ہیں۔اورالحمد للہ مسلمان ہر دور میں کامیاب نکلے۔

ابھی قریب کی جو رپورٹ آئی کہ تلنگانہ گورنمنٹ میں بڑے پیمانے پر رشوت خوروں کو پکڑا گیا تو اس میں مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم تھی اور غیر مسلموں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور یہاں تک بھی گفتگو ہوئی ہے کہ بڑے بڑے عہدے مسلمانوں کے حوالے کیے جائیں ، اگر گورنمنٹ یہ کہتی ہے کہ مسلمان امانت دار ہوتے ہیں اور رشوت خوری ان میں کم ہے اور بڑے بڑے عہدے مسلمانوں کو دیے جائیں تو یہ ہمارے لیے بڑی کامیابی کی بات ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حکومت چلانے والوں کو ہمیشہ امانت داروں کی تلاش ہوتی ہے جو کہ مسلمانوں میں کہیں نہ کہیں پائی جاتی ہے، یہ سب آپ ﷺ کی سیرت کی برکت ، خطبوں اور درس قرآن کا اثر ہے جو مسجدوں میں پابندی کے ساتھ دیا جاتا ہے، یہی وہ خطباتِ جمعات ہیں جس

پر علماء کرام محنتیں کررہے ہیں تاکہ مسلمانوں کی اصلاح ہوجائے اور الحمدللہ نتیجے میں بعض ایسے افراد پیدا ہورہے ہیں کہ جو اصلاح معاشرہ اور لوگوں کے لیے کافی کام کررہے ہیں اور اس میدان میں وہ دوسروں کے لیے نمونہ ہیں ،کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:" خَيْرُ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ" ترجمہ:"سب سے بہترین وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں"(چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم)۔(سلسلة الأحاديث الصحيحة:906)

دوسروں کی مدد کرنا اوران کی تکالیف کو دور کرنا بھی نیکی کا کام ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

"إماطة الأذى عن الطريق صدقة "

ترجمہ: " راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا بھی صدقہ ہے۔(سنن ابو داود:1284)

ایک مسلمان دوسروں کو تکلیف دینے کے بجائے وہ دوسروں کی تکلیف دور کرکے ان کو راحت پہونچانے کی کوشش کرتا ہے، کیونکہ یہ چیز اس کے ایمان کی متقاضی ہوتی ہے، یہ نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات پر عمل کا اثر ہے کہ صحابہ کرام جہاں کہیں بھی گئے کامیاب ہوئے، جہاں کہیں بھی انہوں نے قدم رکھا لوگوں کو اخلاق سے اپنا بنالیا، w t Arnold نے اپنی کتاب میں لکھا کہ قیصر وکسری کے بادشاہ مسلمانوں کو پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ اگر مسلمان آئیں گے تو ان کی گدیاں چلی جائیں گی لیکن وہاں کی عوام نے اپنے بادشاہوں کے خلاف بغاوت کی اور صحابہ کرام کا ساتھ دیا، کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ ہمارے بادشاہ ہم پر ظلم وستم کے

پہاڑ توڑتے ہیں، لیکن مسلمانوں کے خلیفہ انصاف پسند ہوتے ہیں، بلند اخلاق والے ہوتے ہیں اور وہ اپنی رعایا کا حد سے زیادہ خیال رکھتے ہیں اور ان کی خدمت کرتے ہیں۔

غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کا حسن سلوک:

حسن اخلاق کے اندر وہ طاقت ہے کہ جن کے ساتھ آپ حسن اخلاق سے کام لیں گے وہ آپ کے اسیر ہو جائیں گے خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں اور جب کبھی ایک اچھے اخلاق والا آدمی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے فورا اس کی مدد کے لیے سب کے سب دل و جان نچھاور کر دیں گے خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں۔لہذا ہمیں سبھی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے خواہ وہ اپنے ہوں کہ غیر،اس سلسلہ میں

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہمارے لیے بڑا سبق آموز ہے:

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر مکی زندگی میں جب سختی زیادہ ہونے لگی، حتی کہ نہ وہ آزادی کے ساتھ نماز پڑھ سکتے تھے اور نہ بلند آواز سے قرآن پڑھ سکتے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ زمین اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ہے اور ان کو قرآن پڑھنے سے تکلیف ہو رہی ہے تو اس سے اچھا ہے کہ میں یہ شہر چھوڑ کر چلا جاؤں۔ اور آپ حبشہ کی طرف جا رہے تھے، جب آپ برک غماد کو پہنچے تو وہاں ابن دغنہ سے آپ کی ملاقات ہوئی اس نے آپ سے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہاری قوم کے لوگ مجھے قرآن مجید پڑھنے نہیں دے رہے ہیں اور انہیں مجھ سے تکلیف ہو رہی ہے اور مجھے وہ پریشان کر رہے ہیں، اس لیے

میں چاہتاہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کھلی زمین پر چلا جاؤں تاکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت دل کھول کر کروں ،ابن الدعنہ نے کہا" مِثلُكَ لَا يَخرُج وَلَا يُخرَج"کہ اے ابو بکر رضی اللہ عنہ تم جیسا آدمی نہ نکل سکتاہے اور نکالا جاسکتاہے۔(صحیح بخاری:2297)

ذرا غور کریں ایک غیر مسلم کا یہ احساس کہ مسلمان کا رہنا اس شہر کے لیے، اس علاقے کے لیے امن والی بات ہے ۔ آج ہمارا کردار بھی ایسا ہی ہونا چاہیے ، ہمارے اخلاق ایسے ہی ہونے چاہیے کہ ایک غیر مسلم یہ محسوس کرے کہ اگر ہمارے محلے میں، ہمارے گاؤں میں، ہمارے شہر میں مسلمان رہتے ہیں تو ہمارے شہر اور ہمارے محلے میں امن وامان کی فضا قائم رہے گی۔

مالدیپ انڈونیشیااور ملیشیامیں اسلام کی تبلیغ میں مسلمانوں کے حسنِ کردار کارول:

کیا آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں کچھ ممالک ایسے بھی ہیں جہاں اسلام کی تبلیغ مسلمانوں کے حسنِ اخلاق اور حسنِ کردار سے ہوئی تھی جن میں سرِ فہرست مالدیپ آتا ہے۔وہاں کی تاریخ پڑھنے کی ضرورت ہے، کیونکہ آج وہاں 100 فیصد مسلمان پائے جاتے ہیں

!خیر جب ہم ان کی تاریخ پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک زمانے میں صحابہ کرام وہاں آئے اور تجارت وکاروبار کرنے لگے، وہاں کے بادشاہ کو جب معلوم ہوا کہ یہ عرب کے لوگ ہیں یہ کبھی کسی کو دھوکہ نہیں دیتے ہیں اور جھوٹ نہیں بولتے ہیں، امانت میں خیانت نہیں کرتے اور یہ بہترین اخلاق

کے مالک ہیں ۔ لہذا وہاں کے مقامی باشندے ان کے اخلاق سے متاثر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

آپ ملیشیاء اور انڈونیشیاء کو بھی دیکھ لیجیے وہاں پر ان کے بادشاہوں نے اسلام قبول کیا، جب وہاں پر صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین پہونچے تو وہاں کے حکمران اور عوام کہنے لگے کہ یہ کونسی قوم آئی ہے جو امانت کا اتنا خیال رکھتی ہے کہ لوگ جاجا کر اپنی امانتیں ان کے پاس رکھ آتے ہیں، لہذا ان کے اسی حسن کردار کی وجہ سے آج ملیشیاء میں مسلمانوں کی کثرت پائی جاتی ہے، جب کہ سعودی عرب اور ملیشیاء و انڈونیشیاء کے درمیان کافی دوری ہے۔

کہاں مکہ اور کہاں سوڈان ؟ کہاں مکہ اور کہاں صومالیا ؟ کہاں مکہ اور کہاں یورپ کی وادیاں ؟ کہاں مکہ اور کہاں ترکی اور جورڈن کے علاقے ؟ ان سارے علاقوں کے لوگ

مسلمانوں کے اخلاق ہی سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں، مسلمانوں کی اسی شاندار تاریخ کو دیکھ کر شاعر نے کیاخوب کہاہے کہ

دشت تو دشت ہیں دریاء بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑادیے گھوڑے ہم نے

آپ ﷺ کارویہ ام جمیل کے ساتھ:

آیئے تاریخ کے حوالے سے کچھ واقعات آپ کے سامنے رکھتے ہیں جس سے آپ کو بخوبی یہ اندازہ ہو جائے گا کہ حسنِ اخلاق اور حسنِ کردار کا کیافائدہ ہے۔

جیساکہ آپ سبھی جانتے ہیں کہ صحابہ کرام بہترین اخلاق کے حاملین تھے کیونکہ ان کی تربیت نبی اکرم ﷺ نے خود کی تھی، آپ ﷺ انہیں صرف تعلیمات نہیں دیتے

تھے بلکہ اس کو اپنی زندگی میں عمل Apply بھی کرکے بتلاتے تھے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

"وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ"

ترجمہ:" نیکی اور برائی دونوں برابر نہیں ہوسکتے لہذا آپ برائی کو احسن (بھلائی) کے ذریعہ دور کرو (تو آپ دیکھیں گے) یکایک وہ شخص کہ آپ کے اور اس کے درمیان جو دشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گا گویا کہ وہ آپ کا جگری دوست ہے" (سورۃ حٰم سجدۃ:34)

آپ ﷺ نے اس آیت پر خود عمل کیا، اس کی بہت ساری مثالیں ہم کو نبی اکرم ﷺ کی زندگی سے ملتی ہیں: جیسے کہ ام جمیل مکہ کی کافرہ عورت تھی جو نبی اکرم ﷺ کو ستاتی

تھی اور محمد کے بجائے "مذمم" کہا کرتی تھی، مذمم کا مطلب یہ ہے کہ وہ آدمی جس کی برائی بیان کی جائے، جبکہ محمد کا مطلب بالکل اس کے برعکس ہے یعنی وہ آدمی جس کی تعریف بیان کی جائے، لہذا وہ بار بار یہ اشعار پڑھا کرتی تھی:

" مُذَمَّمًا أَبَيْنَا وَدِينَهُ قَلَيْنَا وَأَمْرَهُ عَصَيْنَا"

ترجمہ:(کہتی ہے کہ) " ہم اس مذمت زدہ شخص کا انکار کرتے ہیں اور اس کے دین کو اٹھا کر پھینک دیتے ہیں کیونکہ یہ بھی کوئی دین ہے، اور اس کے ہر معاملے میں اس کی نافرمانی کرتے ہیں"۔

یہ سب باتیں سن کر صحابہ کرام آپ ﷺ کے پاس آتے اور کہتے کہ یہ ام جمیل آپ کے بارے میں برا بھلا کہہ رہی ہے۔(اگر ہمارے پاس کوئی آکر اس طرح کہے تو ہم اس کے خلاف بھڑک اٹھتے ہیں فوراً فون لگاتے ہیں اور دو چار

گالیاں دے یتے ہیں ، کیونکہ ہم نے یہی سیکھا ہے اپنے آباواجداد سے) لیکن نبی اکرم ﷺ کو دیکھئے کہ آپ کیسے کول اور ٹھنڈے مزاج کے ساتھ اس کے معاملہ کو حل کرتے ہیں ؟ نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام سے کہتے ہیں کہ اے میرے صحابہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے میرے نام کی حفاظت کی ہے، وہ مجھے نہیں بلکہ کسی اور کو مذمم کہہ کر گالیاں دے رہی ہے کیونکہ میرا نام تو محمد ہے۔

اور محمد کا مطلب جیسا کہ میں بتلاچکا ہوں کہ وہ شخص جس کی تعریف کی گئی ہو جس کی تعریف کے سب قائل ہوں ۔ جس کی برائی بیان ہی نہیں کی جاسکتی اور اگر کوئی برائی کریں گے تو یہ خود تضاد Self-Contradict Statement کہلائے گا۔ کیونکہ فلسفہ کی ایک بحث ہے کہ اگر کوئی آدمی یہ

کہے کہ میں اڑ رہا ہوں اور نہیں اڑ رہا ہوں، تو لوگ کہیں گے کہ اس آدمی کے دماغ میں کچھ خلل ہے۔

الغرض اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو ایسا نام دیا ہے کہ جس سے صرف شان ہی بڑھ سکتی ہے کوئی آپ کی عزت نہیں گرا سکتا ، قیامت تک کوئی بھی آدمی نبی اکرم ﷺ کو نام لے کر بدنام کرنے یا عزت اچھالنے کی کوشش کرے تو وہ جملہ خود تضاد Self-Contradict Statement ہونے کی وجہ سے وہ جملہ مردود یا Self-Reject ہو جائے گا۔

آپ ﷺ کا طائف والوں کے ساتھ حسن سلوک اور انہیں معاف کرنے کا نتیجہ:

اسی طرح طائف کے موقع پر لوگوں نے آپ ﷺ پر پتھروں کی بارش کی اور آپ کو زخمی کر دیا اور ایسے وقت میں نبی اکرم ﷺ کے پاس پہاڑوں کے دو فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے نبی اکرم ﷺ آپ حکم دیں تو ہم ان بدبختوں کو دونوں پہاڑوں کے درمیان چکی کے مانند پیس کر رکھ دیں گے ، مگر نبی اکرم ﷺ نے ان سے خیر کی امید رکھتے ہوئے فرمایا:

" أرجو أن يخرج الله من أصلابهم من يعبد الله وحده لا يشرك به شيئاً"

ترجمہ:"میں یہ امید کرتا ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی اولاد میں سے ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی عبادت کریں گے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے "(صحیح بخاری:3231)

آپ ﷺ نے بدلہ لینے کے بجائے انہیں معاف کر دیا، نتیجے میں محمد بن قاسم رحمہ اللہ جیسی شخصیت طائف کے قبیلۂ بنو ثقیف میں پیدا ہوئے جنہوں نے ایک مظلوم مسلمان لڑکی کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ہندوستان پہنچے اور یہاں اپنے اخلاق کے ذریعہ اسلام کو گھر گھر میں عام کر دیا۔

اسی طرح جو تین صحابہ کرام گجرات تشریف لائے تھے وہ طائف ہی کے رہنے والے تھے ، آج ہندوستان میں جو پچیس کروڑ مسلمان ہیں اس کے پیچھے نبی اکرم ﷺ کا وہ صبر اور قربانی ہی کارفرما ہے ۔اگر آپ ﷺ ان پر بد دعا کر دیتے تو عین ممکن تھا کہ آج ہم مسلمان نہ ہوتے۔

میدان احد میں کافروں کے ساتھ آپ ﷺ کا حسن سلوک:

صحیح مسلم میں ہے کہ احد کے میدان میں ایک کافر نے آپ کے چہرے پر پتھر مارا جس کی وجہ سے آپ ﷺ کا چہرہ زخمی ہو گیا، لیکن آپ ﷺ کی زبان پر یہ الفاظ تھے :"اللهم! اغفر لقومي فإنهم لا يعلمون"یعنی نبی اکرم ﷺ فرمارہے ہیں کہ:"اے اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو میری اس قوم کو معاف کر دینا (کیونکہ وہ لاعلمی میں مجھ پر پتھر برسارہے ہیں) یہ مجھے نہیں جانتے ہیں۔" (سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ:7/532)

فتح مکہ کے موقعہ پر مشرکوں کے سردار ابوسفیان کے ساتھ آپ ﷺ کا حسن سلوک:

فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ مکہ میں داخل ہوتے وقت یہ اعلان کرتے ہیں کہ" مَن دَخَلَ دَارَ أَبِي

سُفیَانَ فَھُوَ آمِنٌ "ترجمہ: ”جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ امن والا ہے“ (صحیح مسلم:1780) حالانکہ ابوسفیان دشمنوں کے سرغنہ تھے ، جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کو پورے 21 سال ستایا اور اس اکیس سالہ دشمن کے سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ یہ کہہ رہے ہیں کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کو ہم امن دے دیں گے ، جب آپ نے یہ اعلان کیا تو مکہ کے بڑے بڑے سردار نبی اکرم ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوئے اور سب "لا إلہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے، اس طرح آپ تلوار کے ذریعہ نہیں بلکہ اپنے اخلاق کے ذریعہ لوگوں کے دل فتح کیے۔ کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا:

ظالم سے لیا ظلم کا بدلہ نہ کسی وقت مارا بھی تو اخلاق کی تلوار سے مارا

تاتاریوں کے ساتھ مسلمانوں کا رویہ اور اس کا اثر:

تاتاری قوم جو بالکل جاہل جنگجو اور جنگلی قسم کی قوم تھی ، جنھوں نے بہت سارے مسلمانوں کا خون بہایااور مسلمانوں کی عورتوں کو پکڑ کر لے گئے ،مگر ہوا یہ کہ ان عورتوں نے ان لوگوں میں اسلام کی تبلیغ شروع کر دی اور انہیں دھیرے دھیرے اسلام کے قریب کر دیا۔ اسی طرح اس وقت جو مسلم تاجر وہاں تھے انھوں نے بھی اپنے اخلاق اور اپنی امانت داری سے ان پر بڑا گہرا اثر چھوڑا جس کی وجہ سے سارے کے سارے تاتاری مسلمان ہو گئے ،پہلے چنگیز خان تھا،اس کے بعد ہلاکو خان آیا پھر اس کے بعد ابا خان آیا پھر اس کے خاندان میں سے ایک اور بادشاہ جس کا نام خازان خان تھا اس نے کہا کہ میں اب اسلامی حکومت چلاؤں گا، یہ تاریخ پڑھ کر علامہ اقبال نے کہا تھا۔

ہے عیاں یورشِ تاتار کے فسانے سے

پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

یہ تاتاری قوم جو چین اور روس کے درمیان منگولوں کے علاقے میں بسنے والی قوم تھی جب یہ مسلمان ہوئے تو اسی قوم سے مغل سلطنت (جنہوں نے ہندوستان پر حکومت کی) کا ظہور ہوا، پھر ان ہی تاتاریوں سے ترکی پر حکومت کرنے والی قوم نکلی، جو 800 سال تک حکومت کرتی رہی الغرض ان تاتاریوں کو اسلام میں داخل کروانے میں تین لوگوں کا بہت بڑا ہاتھ ہے: 1۔ امام بن تیمیہ رحمہ اللہ۔2۔ مومن عورتیں ۔3۔ اور امانت دار مسلم تاجر۔

اور آج بھی ہمارے تاجر اور ہماری حکومت میں کام کرنے والے افسران اگر رشوت لینے اور جھوٹ بولنے سے دور ہو جائیں تو ہمارے اس ہندوستان میں غیر مسلم صرف

مسلمانوں کی اس امانت داری اور دیانت داری سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرنے لگ جائیں گے، یہ جو جہیز کی لعنتیں، یہ مال کی لالچ، یہ خاندانی جھگڑے اور یہ جائدادوں کے لیے خونی جھگڑے، یہ جھوٹ اور فراڈ، اگر یہ چیزیں مسلمانوں سے ختم ہو جائیں تو ان شاء اللہ ہندوستان اسلام کے پھیلنے کا نمبر ون ملک بن جائے گا۔

ماب لیچنگ کا مطلب:

آج کل ہندوستان میں حملے کی شکل بدل گئی ہے، ایک بھیڑ جمع ہوتی اور سب مل کر ایک کو ختم کر دیتے ہیں، اس کو انگریزی میں Mob lynching کہتے ہیں ، اس لفظ کی تعریف میں کہا گیا کہ Extra Judicially Action by the informal People یعنی کورٹ کچہری سے ہٹ کر کچھ لوگ قانون کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے طریقے سے

کسی کو مار دیتے ہیں اور مسئلہ کو کورٹ تک لے کر نہیں جاتے ہیں یہ فام آف ٹررازمForm of Terrorism ہے۔ یہ کام کوئی بھی کرے وہ غلط ہے چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اور یہ دہشت گردی ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

"مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا"

ترجمہ: جس نے ایک جان کو کسی جان کے (بدلے کے) بغیر، یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے اسے زندگی بخشی گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخشی۔ (سورۃ المائدۃ:32)

الغرض Mob lynching کے جیسے بھی حالات پیش آئیں ہمیں حسن اخلاق کے ذریعہ اس کا جواب دینا ہو گا،

اس کے مقابلے میں اسی قسم کا تشدد، مار دھاڑ اور توڑ پھوڑ مناسب نہیں، نیز اس سے اسلام کو بدنام کرنے کا مزید موقع ملے گا۔

ڈنمارک میں گستاخِ رسول ﷺ کے ساتھ سعودی عرب والوں کا رویہ:

جب ڈنمارک میں نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کے کارٹون بنائے گئے تو سعودی عرب کے ہر مسجد کے باہر ایک پیپر تقسیم کیا گیا، اس پیپر میں لکھا ہوا تھا کہ ہم سارے مسلمان ڈنمارک میں ہوئے اس واقعہ اور اس کا ساتھ دینے والے 200 اخبارات کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس واقعہ سے ہم سب مسلمانوں کو بہت غم لاحق ہوا ہے لہذا ہم یہ کہتے ہیں کہ فوراً ایسی چیزیں چھاپنے سے روک دیے جائیں، یہ سارے کے

سارے پیپر لوگوں نے جمع کر کے ریاض میں اس ملک کے سفارتخانے میں جمع کر دئے، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ 200 سے زیادہ یورپ کے کمپنیوں کو سعودی چھوڑ کر بھاگنا پڑا، کیوں کہ کوئی ان کے پروڈکٹ Product کو خرید نہیں رہے تھے، سعودی عرب میں کوئی خون خرابہ نہیں ہوا بلکہ سعودی عرب کے اس عمل سے ہر طرف سے ڈنمارک پر دباؤ ڈالا گیا یہاں تک کہ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے سعودی کی طرف سے پیش رفت کی گئی۔

لیکن دوسرے ممالک میں لوگ سڑکوں پر نکل آئے شور شرابہ ہوا، لہذا ہم اس طرح کے حادثات کے سد باب کے لیے ایک پلان اور ایک میمورنڈم Memorandum بنائیں، کچھ قابل افراد مل کر چیف منسٹر کے پاس جائیں اور ان سے بات کریں، پھر پرائم منسٹر صاحب تک بات پہونچائیں۔

ہر چیز کا ایک پراسس ہوتا ہے اس کو پورا کریں اور اس چیز کو مثبت طریقہ سے حاصل کرنے کی کوشش کریں کیونکہ یہ جمہوریت ہے، آپ اپنی بات متعلقہ آفسر یا دفتر میں لے جاسکتے ہیں اس طرح کی کاروائی سے لوگ ہمیں ایجوکیٹڈ Educated اور مہذب کہیں گے۔

اسی طرح آپ ایک اور طریقہ بھی اپناسکتے ہیں، کہ آپ ایک ایپ App تیار کریں اور سب لوگوں کی گذارشات petitions اس میں جمع کریں اور حکومت کے سامنے یہ بات رکھیں کہ اتنے سارے لوگ اس کے خلاف ہیں جب ایک کثیر تعداد جمع ہو جاتی ہے تو حکومت بھی سوچنے پر مجبور ہو گی، اگر اس کے برخلاف ،روڈوں پر آکر اپنی بات کا اظہار کرنا، نوجوانوں کو سڑکوں پر نکلنے کی تلقین کرنا، یہ سب سے زیادہ کمزور ترین طریقہ ہے جس سے اپنی بات منوانے کی

کوشش کی جائے۔ کل کے دن اگر کوئی نوجوان مر جائے تو ہم اس کی بیوہ بیوی اور اس کی بوڑھی ماں کی بدعا کے شکار ہو جائیں گے، ہم کو ہوش کے ناخن لینے کی ضرورت ہے، میڈیا گھات میں بیٹھی ہوئی ہے کب یہ لوگ غلطی کریں اور کب ان کو بدنام کیا جائے، اس سے الٹا قوم کا نقصان ہو گا، بڑے محتاط انداز کام کرنے کی ضرورت ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب: کیا غیر مسلموں سے مدد لے سکتے ہیں؟

آج سعودی عرب جب کسی غیر مسلم ملک جیسے امریکہ یا دوسرے ممالک سے مدد لیتا ہے تو ہندوستان کے جاہل مسلمان سعودی عرب کو بدنام کرنے اور اس کی عزت اچھالنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتے، لیکن ان جاہلوں کو یہ

نہیں معلوم کہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ نے کئی غیر مسلمین سے مدد لی ہے، جب نبی اکرم ﷺ طائف سے پلٹ کر مکہ آرہے تھے تو مطعم بن عدی رضی اللہ عنہ جو کہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے ان سے پناہ طلب کی کہ میں واپس مکہ آرہاہوں اور لوگ مجھے مارنے کی سازش رچ رہے ہیں، لہذا آپ مجھے پناہ دیں، تو مطعم بن عدی نے آپ ﷺ کو پناہ دی۔

لہذا امن قائم کرنے کے لیے اور ظلم کو ختم کرنے کے لیے اگر کسی غیر مسلم کی مدد لی جاتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ سعودی عرب غیر مسلم ملک سے اس لیے مدد لیتا ہے تاکہ حرمین کی حفاظت ہوجائے، حاجیوں کی سیکوریٹی ہوجائے اور لوگ امن وامان کے ساتھ حج کریں، تو اس میں کیا بری بات ہے؟ آج لوگوں کو سیرت نہیں معلوم ہے، صرف ادھر ادھر کی باتیں سن کر سعودی عرب کو برا بھلا کہنا

شروع کر دیتے ہیں اور اس کے بر خلاف یہی لوگ اپنے ملکوں کے اندر جذباتی نعرے لگاتے ہیں اور خون سے سارے شہر کو رنگ دیتے ہیں، انہیں اس میں کوئی گناہ نظر نہیں آتا۔

صحیح بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے نبی ﷺ کی زندگی کے وہ واقعات نہیں پڑھے جس میں آپ ﷺ نے غیر مسلموں سے مدد لی ہے جیسے، ابن الدغنہ اور مطعم بن عدی، عبد اللہ بن اریقط، وغیرہ۔

غرض یہ کہ حالات ہمیشہ اچھے نہیں ہوتے، ہم پر برے حالات آتے رہیں گے، ان حالات میں ہم کو نبی اکرم ﷺ کا طریقہ اپنانا ہے، جذبات میں آکر جاہلانہ فیصلہ نہیں لینا ہے، ہمیشہ برائی کو اچھائی کے ذریعہ دور کرنے کی کوشش کرنا ہے، غصہ اور انتقام کے بجائے معافی کا راستہ اپنانا ہے، اگر

آپ ایسا کرنا شروع کر دیں تو نتیجہ کیا ہو گا اللہ سبحانہ وتعالیٰ آگے ارشاد فرماتا ہے:

" فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ"

ترجمہ:" تمہارے جانی دشمن تمہارے جگری دوست بن جائیں گے۔"(سورۃ حٰم سجدۃ:34)

اس آیت میں لفظ عداوت کا مطلب ہے دشمنی اور نفرت کا آخری مرتبہ۔ ہم اتنے حساس ہوتے ہیں کہ اگر کوئی کچھ بول دے یا پھر کوئی اشارتاً کچھ کہہ دے تو اس رائی کو پہاڑ بنا دیتے ہیں۔ لیکن آیت کہہ رہی ہے کہ اگر ہم برائی کا اچھائی کے ذریعہ دفاع کریں گے تو عداوت لیول کا دشمن بھی ہمارا جگری دوست ہو جائے گا، بالکل وہ 360 ڈگری سے پھر کر متضاد خانے میں آکر فٹ ہو جائے گا اور آپ کا جانی دشمن جگری

دوست اور آپ کی زندگی کا یارِ غار بن جائے گا، جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر زیادہ نرمی کروگے تو لوگ ہمارے سر پر چڑھ جائیں گے حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتا ہے کہ اگر تم میرا طریقہ اپناؤ گے تو میں تمہارے دشمن کو تمہارا جگری دوست بنادوں گا، ہمیں لوگوں کے بجائے اللہ تعالیٰ کی بات پر بھروسہ کرنا چاہیے اور اسی میں ہماری کامیابی ہے۔

برائی کو بھلائی کے ذریعہ دور کرنے کا فارمولہ ہر جگہ اپنانا چاہیے:

برائی کو بھلائی کے ذریعہ دور کرنے کا فارمولہ صرف قومی یا حکومتی یا دعوتی سطح پر ہی نہیں بلکہ گھریلو جھگڑوں کے لیے بھی یہی فارمولہ اپنانا چاہیے، ساس بہو کے جھگڑے ہوں یا بھائی بھائی کے جھگڑے یا پھر رشتہ داروں کے مابین جھگڑے ہوں یا پڑوسیوں کے جھگڑے، یہ تمام جھگڑے ختم

ہوسکتے ہیں، بڑے بڑے جائدادوں کے جھگڑے ختم ہوسکتے ہیں۔

بہر کیف اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ دشمن کو دوست بنانے کا فارمولہ دے رہے ہیں، آج ہم اپنے دوستوں کو اپنے رویے سے دشمن بناتے چلے جارہے ہیں جبکہ نبی اکرم ﷺ دشمنوں کو دوست بنارہے ہیں۔

اور حیدرآباد میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ کل تک جو اچھے رشتے میں بندھے ہوئے تھے آج وہی ان کے دشمن بنے ہوئے ہیں یعنی کوئی دوست اپنے کسی دوست کے گھر شادی کا پیغام بھیجتا ہے تو دوسرا دوست اس کو قبول کرلیتا ہے لیکن جب شادی ہوجاتی ہے پھر وہ دوستی دشمنی میں تبدیل ہوجاتی ہے، کیونکہ ہمارے پاس شادی کا مقصد کلیئر Clear نہیں ہے

، ہماری شادیوں کا مقصد جہیز مال و دولت اور دنیا حاصل کرنا ہوتا ہے جب یہ مقاصد پورے نہیں ہوتے ہیں تو پھر لڑائی شروع ہو جاتی ہے، اگر شادی کا مقصد یہ ہو کہ ہم پورے مل کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضامندی حاصل کریں، اسلام کی تبلیغ کریں تو اس کی برکتیں بھی بہت ہوتی ہیں۔ نیتیں چونکہ صحیح نہیں ہیں اس لیے کل تک کے اچھے دوست شادی کے بعد لڑنے جھگڑنے لگتے ہیں۔

ری ایکٹ کرنے کے دو طریقے:

کسی بھی ناپسندیدہ بات پر ری ایکٹ کرنے کے دو طریقے ہیں ایک جاہلانہ طریقہ ہے یعنی ، جسم کی رگیں پھاڑ لینا، خون بہالینا، اپنا بی پی ہائی کرلینا وغیرہ ۔ اس کے برعکس ایک اور طریقہ ہے وہ ہے حسن اخلاق کا طریقہ: یعنی برائی کا دفاع بھلائی کے ذریعہ کرنا، ہمیں اسی طریقہ کو اپنانا چاہیے۔

آپ غور کریں کہ یہ بندہ مجھ سے ایسا برتاؤ کیوں کر رہا ہے، کیوں نہ میں اس کے حسد کو کم کروں، کیوں نہ میں اس کے غصے کو کم کرنے کی کوشش کروں، ان سب جذبات کے لیے آپ کو نبی اکرم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرنا پڑے گا۔ آپ ﷺ کی سیرت پر کافی کتابیں لکھی گئیں ہیں ان میں سے ایک اہم کتاب ڈاکٹر مہدی رزق اللہ کی ہے جو کہ سوڈان کے بہت بڑے عالم ہیں اور آپ نے مدینہ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کیا ہے اور ملک سعود یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں ان کی کتاب میں بہت ہی زبردست اور صحیح authentic واقعات ہیں، ان واقعات کو پڑھیے، ہمارے اندر ایک حلم اور بردباری آئے گی، بصیرت پیدا ہو گی جس کی روشنی میں اگر ہم فیصلہ کریں تو ہم کو امید ہے کہ آپ کا جانی دشمن جگری دوست بن جائے گا۔

لیکن ہمارے ذہنوں میں ایک سوال آتا ہے کہ عام طور سے لوگ ایسا کرتے کیوں نہیں ہیں یعنی برائی کو بھلائی کے ذریعہ کیوں دور نہیں کرتے؟ اللہ تعالیٰ آگے فرماتے ہیں:

"وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ"

ترجمہ:"ایسا کام صرف صبر کرنے والے اور عظیم مرتبہ والے کرتے ہیں"(سورۃ حٰم سجدۃ:35)

معلوم ہوا کہ ایسا کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے ایسا وہی آدمی کر سکتا ہے جس کے اندر صبر کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا ہو اور جسے صبر کی توفیق ملی ہو اور جن کا نصیبہ اچھا ہو اور جو حسن اخلاق کے پیکر ہوں۔

حسنِ اخلاق کے لیے دعا کرنا:

ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے یہ دعا مانگیں:

"اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ، وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ، وَالْبُخْلِ، وَالْهَرَمِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ، اللَّهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا .أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا. اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا"

ترجمہ:"اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں عاجزی سے، سستی سے، بزدلی سے، بخیلی سے، کھوسٹ بوڑھاپے سے ، اور عذابِ قبر سے ، اے اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو میرے نفس کو اس کا تقوی عطافرمااوراس کو پاک فرمادے، یعنی (میرے نفس سے تکبر حسد اور غصے تمام جاہلانہ جذبات اور تمام اخلاقی برائیوں کو تو نکال دے) کیونکہ تیرے علاوہ دنیا میں کوئی نہیں ہے جو نفس کو پاک کرسکے، توہی اس کا ولی اور مولی ہے۔

اے اللہ تعالی میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جس کا کوئی فائدہ نہ ہو، اور ایسے دل سے جس میں تیرا ڈر نہ ہو، اور ایسے نفس سے جو کبھی سیر نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہوتی ہو" (صحیح مسلم:2722)

اس قسم کی دعائیں مانگنے سے ایک مسلمان ہزاروں لوگوں کو اپنا دوست بنا سکتا ہے اور اس کی وجہ سے اسلام کا بڑا فائدہ ہوتا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمارا شمار ان نیکوکاروں اور با اخلاق لوگوں میں کرے جن کے ذریعہ سے لوگوں کو اسلام میں داخل ہونا آسان ہو جائے، جن کی وجہ سے اسلام بدنام نہ ہو۔

بہر حال نبی اکرم ﷺ، صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین نے ہر دور میں حسن اخلاق کو اپنایا ہے، جس ملک میں بھی صحابہ کرام گئے اپنے اخلاق سے لوگوں کو متاثر کیا، کیونکہ

اسلام کی دعوت عقیدے کی دعوت ہے اور اس کو ہم اخلاق کے ذریعہ ہی عام کر سکتے ہیں۔

میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مجھے اورآپ سب کو حسن اخلاق کا پیکر بننے اور صحیح عقیدے پر چلنے اور اپنے آپ کو شرک ،بدعات اور بد اخلاقی سے بچے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

قیامت کی نشانیاں

تمہید

قیامت پر ایمان لانا

قیامت کی نشانیاں اور اس کے متعلق غلط فہمیاں

چین کی دیوار کے تعلق سے غلط فہمی

یاجوج وماجوج کے تعلق سے پہلی غلط فہمی یہ کہ انہیں پست قد ماننا

یاجوج وماجوج کے تعلق سے دوسری غلط فہمی یہ کہ انہیں وائرس سے تعبیر کرنا

یاجوج وماجوج کے تعلق سے تیسری غلط فہمی یہ کہ انہیں علامت ماننا

دجال کے تعلق سے پہلی غلط فہمی یہ کہ اس سے اسرائیل کا ہوائی جہاز مراد لینا

دجال کے تعلق سے غلام احمد قادیانی کی دوسری غلط فہمی اور اس کا جواب

دجال کے تعلق سے تیسری غلط فہمی یہ کہ اس سے ٹی وی مراد لینا

دجال کے تعلق سے چوتھی غلط فہمی یہ کہ اس سے میڈیا کا سمبل آف ڈیسیشن مراد لینا

دجال کے تعلق سے پانچویں غلط فہمی یہ کہ اس سے ہوائی جہاز مراد لینا

امام مہدی کے تعلق سے غلط فہمیاں واقعات کی روشنی میں

امام مہدی کے تعلق سے مہدوی فرقے کی غلط فہمی

قرآن اور صحیح احادیث کی روشنی میں قیامت کی نشانیاں

قیامت کی بڑی نشانیاں

امام مہدی اور ان کا ظہور

دجال اور عیسی علیہ السلام کا ظہور

قیامت کی کچھ چھوٹی نشانیاں

غیر مسلموں کو قیامت کا یقین دلانے کے مختلف طریقے

پہلا طریقہ

دوسرا طریقہ

تیسرا طریقہ

تمہید

قیامت کا آنا یقینی ہے، لیکن یہ کب قائم ہو گی؟ اس کا علم اللہ تعالی کے علاوہ کسی اور کو نہیں ہے، البتہ اللہ کے رسول ﷺ نے صحیح احادیث میں قیامت کی نشانیوں کا ذکر فرمایا ہے، ان میں سے بعض نشانیاں چھوٹی اور بعض بڑی ہیں، اہلِ علم نے قیامت کی سو سے زائد چھوٹی نشانیاں بتلائی ہیں اور بڑی نشانیوں کے ضمن میں دس علامات ذکر کی ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"لَنْ تَقُومَ حَتَّى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ"

ترجمہ: "قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک کہ تم ان دس نشانیوں کو نہ دیکھ لو"۔

(صحیح مسلم: 2901)

قیامت کی چھوٹی نشانیوں کو بہت سے علمائے کرام نے کتابی شکل میں جمع کیا ہے جیسا کہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے

"**الاشاعة، الاذاعة، البدایہ والنھایہ**" کے نام سے کتابیں لکھی ہیں۔

عصرِ حاضر میں دکتور یوسف الوابل حفظہ اللہ کی " اشراط الساعۃ" نامی ایک کتاب ہے جو اپنے موضوع پر بہت ہی عمدہ کتاب ہے اور جس کی افادیت کے پیشِ نظر دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔

اس موضوع پر شیخ **ابو بکر الجزائری** اور **شیخ التویجري** کی کتابیں بھی موجود ہیں۔

اگر قدیم زمانہ کا جائزہ لیا جائے تو ہم کو قرآن مجید کی ہر سورت میں قیامت کا ذکر ملے گا اور امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں حدیث نمبر (2955-2880) مسلسل قیامت کی نشانیوں اور اس کے فتنوں کو **کتاب الفتن واشراط الساعہ** کے نام سے کتاب اور ابواب باندھ کر ذکر کیا ہے اور

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری حدیث نمبر (7048-7136) کے درمیان بہت سی ایسی احادیث جمع کی ہیں جن میں بہت ہی مفصل طور پر قیامت کی نشانیوں کو ذکر کیا گیا ہے۔

چونکہ آج ہمارے معاشرے میں اس موضوع سے متعلق بہت سے من گھڑت واقعات اور روایات عام ہو چکے ہیں، چنانچہ قیامت کی چند چھوٹی اور بڑی نشانیوں کے متعلق تفصیلی معلومات رکھنا ہر ایک کے لیے ضروری ہے بلکہ اس موضوع سے متعلق صحیح اور ضعیف کے درمیان تمیز اور اس سے آگاہی ہماری عین ذمہ داری ہے۔ کیونکہ لوگوں نے ہر زمانے میں کتابوں کو بگاڑنے کی کوشش کی ہے جیسے یہودیوں اور عیسائیوں نے تورات و انجیل کو بگاڑنے کی کوشش کی اور وہ اس میں کامیاب بھی ہو گئے۔ اسی طریقہ سے قرآن و صحیح

احادیث کو بگاڑنے کی انتھک کوشش کی گئی مگر اللہ تعالی نے ہر زمانے میں محدثین کی ایک جماعت کو اٹھایا جنہوں نے قرآن اور صحیح احادیث کی حفاظت کے لیے اپنی زندگیاں قربان کر دیں۔ اور آج قیامت کی نشانیوں میں ایک بڑا چیلنج صحیح معلومات authentic information جمع کرنا ہے۔

اس موضوع کو آسانی سے سمجھنے کے لیے اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

1) **قیامت کی نشانیاں اور اس کے متعلق غلط فہمیاں۔** جیسا کہ ہمارے استاد گرامی کا کہنا ہے کہ پانی پینے سے پہلے گلاس کو صاف کیا جاتا ہے پھر گلاس کے اندر پانی ڈال کر پیا جاتا ہے، ٹھیک اسی طرح ہمارے لیے سب سے پہلے اپنے ذہنوں کو غلط اور من گھڑت معلومات سے پاک وصاف کرنا چاہیے۔

2) **قرآن اور صحیح احادیث کی روشنی میں قیامت کی نشانیاں۔**

3) غیر مسلموں کو قیامت کا یقین دلانے کے مختلف طریقے۔

قیامت پر ایمان لانا:

قیامت اور آخرت پر ایمان لانا ایمان کا ایک اہم رکن ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ»

ترجمہ: ”تم ایمان لاؤ ایک اللہ پر، فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، آخرت پر، تقدیر کے اچھے اور برے ہونے پر“۔ (صحیح بخاری:50)

مذکورہ حدیث میں چھ ارکان ذکر کیے گئے ہیں، جس میں سے ایک اہم رکن یومِ آخرت پر ایمان لانا بھی ہے، لہذا اس تعلق سے صحیح معلومات کا حاصل کرنا بے حد ضروری ہے تاکہ ذہنوں سے غلط فہمیوں کا گرد و غبار دور ہو جائے۔

قیامت کی نشانیاں اور اس کے متعلق غلط فہمیاں

چین کی دیوار کے تعلق سے غلط فہمی:

ہمارے ذہنوں میں چین کی دیوار جو پانچ ہزار چھ سو 5600 کلو میٹر کی لمبائی اور چوڑائی پر مشتمل ہے جو کہ مشرق سے لے کر مغرب تک پھیلی ہوئی ہے جس کے بارے میں اللہ تبارک وتعالی نے سورۃ الکہف میں ذکر کیا ہے:

"آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انفُخُوا حَتَّىٰ إِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا"

ترجمہ: ”تم مجھے لوہے کے تختے لادو حتی کہ جب اس نے دونوں پہاڑوں کے درمیان خلا کو برابر کر دیا تو کہا اب اس میں پھونکو حتی کہ جب اس نے اسے آگ جیسا بنادیا تو کہا میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ کہ اس پر ڈال دوں“۔ (سورۃ الکہف:96)

لوگوں میں اس کے متعلق یہ تصور بیٹھا ہوا ہے کہ ضرور یہی وہ دیوار ہے، جس میں یاجوج وماجوج مقید ہیں اور جس کے متعلق سورۃ الکھف میں ذکر کیا گیا ہے، حالانکہ سورۃ الکہف پڑھنے کے بعد جب اس دیوار کو اس آیت سے موازنہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ دیوار دو پہاڑوں کے درمیان ڈالی گئی تھی اور اس دیوار کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ”وہ دیوار لوہے کی رہے گی، دور سے ایسا لگے گا کہ گویا کسی نے لال رنگ کی دھاری دار چادر پہنی ہوئی ہے۔“

اور رہا معاملہ چین کی دیوار کا یہ دیوار پیتل یا لوہے کی نہیں ہے بلکہ یہ گارا اور مٹی سے بنی ہوئی ہے جو کہ پتھر اور سیمنٹ کی مانند مٹی ہوتی ہے اور یہ دیوارِ چین پہاڑ کے اوپر بنی ہوئی ہے نہ کہ پہاڑوں کے درمیان، اس سے پتہ چلا کہ مذکورہ آیت میں جس دیوار کا ذکر کیا گیا ہے اس سے دیوارِ چین مراد

نہیں ہے، دیوارِ چین کو دیوارِ یاجوج وماجوج قرار دینا بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔

مگر دیوارِ یاجوج وماجوج کبھی کبھی نظر آجاتی ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایک صحابی رسول نے رسول اکرم ﷺ کے سامنے اس دیوار کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کیسی ہے؟ اس نے کہا دھاری دار چادر جیسی، جس میں سرخ و سیاہ دھاریاں ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے :"**فقد رأیتہ**"تم نے اسے دیکھا ہے۔ (البدایۃ والنھایۃ :2/102 ، مرسل)

بنی عباسیہ کے زمانہ میں بھی کچھ لوگوں نے اس کو دیکھا ہے۔ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ: خلیفہ واثق نے اپنے زمانے میں اپنے امیروں کو ایک وافر لشکر اور بہت سا

سامان دے کر روانہ کیا تھا کہ وہ اس دیوار کی خبر لائیں۔ یہ لشکر دو سال سے زیادہ سفر میں رہا اور ملک در ملک پھرتا ہوا آخر اس دیوار تک پہنچا، دیکھا کہ لوہے اور تانبے کی دیوار ہے۔ اس میں ایک بہت بڑا نہایت پختہ عظیم الشان دروازہ بھی ہے جس پر منوں کے وزنی قفل لگے ہوئے ہیں اور جو مال مسالہ دیوار کا بچا ہوا ہے، وہ وہیں پر ایک برج میں رکھا ہوا ہے جہاں پہرہ چوکی مقرر ہے۔ دیوار بے حد بلند ہے، کتنی ہی کوشش کی جائے لیکن اس پر چڑھنا ناممکن ہے۔ اس سے ملا ہوا پہاڑیوں کا سلسلہ دونوں طرف برابر چلا گیا ہے اور بھی بہت سے عجائب وغرائب امور دیکھے جو انہوں نے واپس آکر خلیفہ کی خدمت میں عرض کیے۔(تفسیر ابن کثیر سورۃ الکہف، آیت نمبر:96) محدثین کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ کبھی یہ نظر آ جائے۔

یاجوج وماجوج کے تعلق سے پہلی غلط فہمی یہ کہ انہیں پست قد ماننا:

اسی طرح یاجوج وماجوج کے تعلق سے لوگوں میں یہ غلط فہمی عام ہے کہ یاج وماجوج پست قد قوم ہے، اس پر مزید یہ کہ بعض لوگ ان کو چین کی قوم سے جوڑ دیتے ہیں جو کہ پست قد ہیں۔

اسی لیے معاشرے میں عام طور پر پست قد انسان کو لوگ دیکھ کر بطور مذاق یاجوج ماجوج کہتے ہیں، حالانکہ یہ قول اخلاقی و علمی دونوں اعتبار سے سراسر غلط ہے، جس کے متعلق اللہ تبارک و تعالی نے ارشاد فرمایا: "وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ" ترجمہ: ”ہر طعنہ زن عیب جو کے لیے ہلاکت ہے۔“ (سورۃ الھمزۃ: 1)

یوسف الوابل نے اپنی کتاب میں یاجوج وماجوج کے قد کو بہت ہی لمبا اور چوڑا بتلایا ہے اور کہا کہ ان کی پنڈلیاں لمبی

چوڑی رہیں گی جیسے کہ قوقاس کی قوم ہوتی ہے، اگر آپ انٹرنیٹ پر سرچ کریں Caucasiansتو آپ کو ان کے متعلق جانکاری ملے گی اور یہ رشیا کے نیچے جو علاقے ہیں وہاں موجود ہیں اور اس کو بحر طبریہ (طبرستان) کہا جاتا ہے، کیونکہ احادیث میں آتا ہے کہ جب یاجوج وماجوج دیوار توڑ کر نکلیں گے تو اس وقت وہ بہت ہی پیاسے ہوں گے اور ان کی تعداد اتنی زیادہ ہو گی اور ان کا قد اتنا لمبا ہو گا کہ بحر طبریہ جس کو اگر سمندر کا ایک حصہ کہا جائے تو کوئی مذائقہ و حرج کی بات نہیں ہو گی یہ لوگ اس دریا کا پانی اس طرح پئیں گے جب انہیں کے قافلہ کا آخری آدمی آئے گا تو اس کو پینے کے لیے پانی تک نہیں ملے گا، اتنا گہرے سمندر والا پانی پی جائیں گے۔

اس سلسلہ میں دراصل حقیقت یہ ہے کہ یاجوج و ماجوج آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور نوح علیہ الصلاۃ والسلام کے تین مشہور بیٹے تھے، ان میں سے ایک کا نام حام

ہے جسکے معنی کوئلہ کے ہیں اور افریقہ میں جتنے کالے لوگ نظر آ رہے ہیں یہ دراصل حام ہی کی نسل سے ہیں۔ اور دوسرے کا نام یافث ہے، دنیا میں سفید رنگ کی چمڑی والے جتنے انسان موجود ہیں جو ابھی فی الوقت دنیا میں اہم رول ادا کر رہے ہیں یہ سب یافث ہی کی نسل سے ہیں اور یافث کی نسل سے دو قومیں اور ہیں جو یاجوج و ماجوج کی شکل میں دنیا میں موجود ہیں لہذا معلوم ہوا کہ یہ کوئی ایک فرد نہیں ہے بلکہ دو بڑی قومیں ہیں۔

یاجوج وماجوج کے تعلق سے دوسری غلط فہمی انہیں وائرس سے تعبیر کرنا ہے:

اسی طرح لوگ یاجوج ماجوج سے وائرس مراد لیتے ہیں جو کہ کمپیوٹر کے اندر چلا آتا ہے اور بعض لوگ یہ کہتے ہوئے اس کا انکار ہی کر دیتے ہیں کہ یہ چیز عقل میں آنے والی نہیں ہے، بیکار ہے، اس زمانے میں کون اس کی تصدیق کرتا

ہے اور مزید کہتے ہیں کہ آج سیٹلائٹ کا زمانہ ہے جس کے ذریعہ کون کہاں پر ہے؟ بآسانی معلوم کر لیا جاسکتا ہے، اگر کوئی اعتراض کرے کہ بھائی سیٹلائٹ کا زمانہ ہے یاجوج ماجوج کے بارے میں کیسے معلوم نہیں کیا جاسکتا؟ تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ آج بھی ایسے کئی دشمن موجود ہیں اور چھپے ہوئے ہیں مگر سیٹلائٹ ہونے کے باوجود اس کے ذریعہ سے دشمنوں کا پتہ نہیں لگایا جارہا ہے اور اس کے علاوہ جسم کے اندر کئی چیزیں ایسی موجود ہیں جنکو سٹیلائٹ آج تک معلوم نہیں کر سکی ہیں مثال کے طور پر جسم کے اندر عقل پائی جاتی ہے مگر کسی نے اسے آج تک نہیں دیکھا ہے تو کیا پھر ہم عقل کا بھی انکار کر دیں گے؟ اور جسم کے اندر روح بھی پائی جاتی ہے تو پھر کیا ہم روح کا بھی انکار کر دیں گے؟ اسی طریقہ سے شیطان ہمارے اطراف لگا ہوا ہے تو پھر کیا ہم شیطان کا بھی انکار کر دیں گے؟

یاجوج وماجوج کے تعلق سے تیسری غلط فہمی یہ کہ انہیں symbolic یا علامت ماننا:

بہت سارے ہمارے مسلمان بھائی بھی کتابیں لکھتے ہیں اور لکھ کر کہتے ہیں کہ یہاں یاجوج وماجوج سے مراد symbolic یعنی علامت ہے جس کا مطلب یہ کہ حقیقت میں کوئی ایسی شخصیت موجود ہی نہیں ہے حالانکہ یہ غلط بات ہے، جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "من ولد آدم" کہ یہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد میں سے ہوں گے اور مزید حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرمارہے ہیں کہ یہ یافث کی قوم میں سے ہوں گے۔لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ پہلے یاجوج وماجوج کے متعلق جو ہمارے ذہنوں میں غلط فہمیاں ہیں اس کو دور کرلیں تاکہ بات بآسانی سمجھ سکیں۔

دجال کے متعلق پہلی غلط فہمی یہ کہ اس سے اسرائیل کا ہوائی جہاز مراد لینا:

لوگوں میں دجال کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں بعض لوگوں نے سرے سے انکار ہی کر دیا اور بعض نے تاویل کر دی اور کہا کہ دجال سے مراد اسرائیل کا ایک ہوائی جہاز ہے، جس پر k f r لکھا ہوا ہے، چونکہ جب دجال آئے گا تو اس کے پیشانی پر ک ف ر لکھا ہوا ہو گا، لہذا ہمیں ایسی باتیں کرنے سے اور ایسی تاویلات سے باز آنا چاہیے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ دجال دراصل آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے، بلکہ وہ انسانوں میں ہے، جیسا کہ انسانوں کے اندر بعض تیسرے جنس کے یعنی ہجڑے بھی نظر آتے ہیں تو ٹھیک اسی طریقہ سے جو دجال ہے وہ abnormal کیفیت والا ایک انسان ہے، حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد میں اس کا شمار ہو گا اور

اس کا ایک ساتھی ہے جو اس کی نگرانی کر رہا ہے، اسے جساسہ کہتے ہیں جس کا ذکر صحیح مسلم کی روایت نمبر (2942) ہے، جو حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں تفصیل سے موجود ہے کہ جساسہ کا تعلق جانور سے ہے اور دجال کا تعلق آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد سے ہے۔

دجال کے متعلق غلام احمد قادیانی کی دوسری غلط فہمی اور اس کا جواب:

جب غلام احمد قادیانی نے اپنے آپ کو نبی گردانا تو لوگوں نے قبول نہیں کیا اور کہا کہ تم جھوٹ کہہ رہے ہو، جب اس نے دیکھا کہ بات نہیں بن پا رہی ہے تو اس نے اپنے آپ کو عیسی علیہ الصلاۃ والسلام ہونے کا دعوی کرتے ہوئے کہا کہ میں عیسی علیہ السلام ہوں اور میں آگیا ہوں تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ جب عیسی علیہ الصلاۃ والسلام آئیں گے تو اس

وقت دجال یاجوج ماجوج رہیں گے کیونکہ عیسی علیہ الصلاۃ والسلام آکر دجال کو قتل کریں گے اور یاجوج ماجوج کو ختم کریں گے اور اسی زمانہ میں اللہ کے فضل سے مہدی علیہ الصلاۃ والسلام کا بھی ظہور ہو گا یعنی عیسی علیہ الصلاۃ والسلام جب آئیں گے تو اس وقت ان کے ساتھ یہ ساری نشانیاں موجود ہوں گی۔ تو غلام احمد قادیانی نے کہا کہ دجال آچکا ہے اور دجال سے مراد ٹرین ہے تو پھر تعجب سے جب لوگوں نے پوچھا کہ ٹرین کیسے ہو سکتی ہے؟ تو اس نے سمجھایا کہ دجال کے ایک ہاتھ میں آگ اور ایک ہاتھ میں جنت ہو گی اور اس زمانے میں جو ٹرین چلائی جاتی تھی کوئلے ڈال کر چلائی جاتی تھی تو اس نے کہا کہ دیکھو آگے آگ ہے اور پیچھے بیٹھے ہوئے جتنے مسافر ہیں جب تیز ہوا چلتی ہے تو انہیں ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آتے ہیں تو اس اعتبار سے ٹرین دجال ہے۔

ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ دجال مدینہ کے اندر داخل نہیں ہو گا جبکہ ٹرین کا ڈبہ آج بھی مدینہ کے اندر موجود ہے۔ ترکی کے زمانہ میں ترکی سے لے کر مدینہ تک ٹرین ڈالنے کا ارادہ کیا گیا تھا اور مدینہ کے اندر ٹرین کی پٹریاں اور ڈبہ بھی ڈالے گئے تھے، اگر دجال سے مراد ٹرین ہوتی تو پھر یہ مدینہ میں نظر نہیں آنا چاہیے تھا کیونکہ مکہ اور مدینہ میں دجال بالکل داخل نہیں ہو سکتا۔

دجال کے متعلق تیسری غلط فہمی یہ کہ اس سے ٹی وی مراد لینا:

بعض لوگوں نے کہا کہ دجال سے مراد ٹی وی ہے جب سوال کیا گیا کہ کیسے ؟تو انہوں نے کہا کہ دجال کا معنی

دجل وفریب یعنی کہ دھوکا دینا ہے۔ آج کے دور میں بچے ٹی وی کے ذریعے سے دجل و فریب کے نت نئے طریقہ سیکھ رہے ہیں تو اس وجہ سے ٹی وی دجال ہو گیا۔

ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ خود ہمارے مسلمان مصنفین ایسی تاویلات مغربی کَلچر سے متاثر ہو کر کر رہے ہیں کیونکہ جب لوگ ان سے سوال و اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمان ان دیکھی چیزوں پر کیسے ایمان وعقیدہ رکھتے ہیں؟ ان اعتراض وسوال سے بچنے کے لیے تاویلات کر لیتے ہیں جو کہ بالکل غلط ہے، ہم ان سے کہیں گے کہ دفاع کے چکر میں اصل بات سے ہی مکر جانا اس طرح کہ دینی بنیادوں اور اللہ کے رسول کی واضح پیشن گوئیوں سے ہی compromise کرنا پڑ جائے، اگر یہی رویہ رہا تو ایک دن ہمیں اللہ کا، شیطان کا ،ابلیس کا، قیامت کا بھی انکار کرنا پڑے گا جب کہ ان تمام چیزوں پر ہم تمام مسلمانوں کا ایمان ویقین ہے۔

ایک آدمی جو آج تک اپنی عقل کو دیکھ نہیں سکا اور نہ ہی پکڑ سکا اور نہ ہی اس کی خوشبو سونگھ سکا تو اسے عقل کا بھی انکار کر دینا پڑے گا، روح کا بھی انکار کر دینا پڑے گا، اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز نظر نہ آئے اس کا انکار کر دینا غلط ہے۔

دجال کے متعلق چوتھی غلط فہمی یہ کہ اس سے میڈیا کا سمبل آف ڈیسپشن مراد لینا:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ دجال سے مراد اس دور کے میڈیا کا ڈیسیپشن، symbol of deception (سمبل آف ڈیسپشن) مراد ہے، ان کے مقابلہ میں جو ہے وہ امام مہدی ہیں، یعنی آج کل میڈیا کے اندر جو جھوٹ ہو رہا ہے اس جھوٹ کو جو Expose کرتا ہے وہی امام مہدی ہے اور مزید کہتے ہیں کہ امام مھدی اور دجال کوئی اشخاص نہیں ہیں بلکہ یہ سب ایک symbol of deception and symbol

of guidance ہے۔ نعوذ باللہ کیا نبی اکرم ﷺ نے جو نسب بیان کیا وہ concept کا نسب نامہ ہے ؟ کیا کونسپٹ کا بھی کوئی نسب رہتا ہے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کونسپٹ کا کوئی نسب نامہ نہیں رہتا ہے بلکہ انسان کا نسب رہتا ہے تو پھر نبی اکرم ﷺ نے باقاعدہ نسب بیان کیا کہ دجال آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہو گا اور امام مہدی کے والد کا نام عبداللہ ہو گا۔

دجال کے متعلق پانچویں غلط فہمی یہ کہ اس سے ہوائی جہاز مراد لینا:

اسی طرح سے عرب کے ممالک میں بھی کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم دجال سے مراد ہوائی جہاز لیتے ہیں، کیونکہ دجال کے متعلق آیا ہے کہ وہ نجس ہے اور وہ نجس کے اوپر سواری کرے گا، تو آج کل جو ہوائی جہاز رہتا ہے اس کے اندر بیت

الخلا کا انتظام ہوتا ہے، جہاں پر لوگ جا کر قضائے حاجت سے فارغ ہوتے ہیں، گویا لوگ نجاست وہاں پر پھینک کر آتے ہیں۔

بعض لوگ دجال کی حقیقت بتلانے کے بہانے حدیث رسول کا معنی بدل رہے ہیں، جیسا کہ آج کل دجال کے متعلق انٹرنیٹ پر بعض چیزیں مشہور ہو رہی ہیں اور اس کو مشہور کرنے والے بھی خود مسلمان ہیں، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "دجال تم میں چالیس دن ٹھہرے گا اس کا پہلا دن ایک سال کے برابر، دوسرا دن ایک مہینہ کے برابر، تیسرا دن ایک ہفتہ کے برابر ہو گا"۔ اب اس کے متعلق انٹرنیٹ پر بعض مسلمان یہ تشریح کر رہے ہیں کہ پہلے دن سے مراد برٹش کی حکومت ہے، جس نے پوری دنیا پر 1000 سال مختلف جگہوں اور مقامات پر حکومت کی اور ان تمام کے پیچھے دراصل دجال کی پشت پناہی ہے، جس کی وجہ سے یہ پوری دنیا پر غالب آ

رہے ہیں اور مزید ان کا سپورٹ اور پشت پناہی قوم کر رہی ہے، اور دوسرے دن سے مراد امریکہ ہے ،ایک سو، دو سو سال پورا کرنے کے بعد ختم ہو جائے گا ،اور تیسرا دن کا مطلب اسرائیل ہے، مزید 40 سال اور حکومت کرے گا اور بقیہ 37 دن عام دنوں کی مانند ہوں گے۔ اور اس کے علاوہ دنیا میں موجود جتنے بھی گورے یا سفید رنگ کے لوگ ہیں یہ یاجوج و ماجوج ہیں جو نکل چکے ہیں، مگر ابھی تک ہم انتظار کرتے ہوئے بیٹھے ہیں اور یہ لوگ شاید ہو سکتا ہے ، ایسا لگتا ہے جیسے الفاظ کا استعمال کر کے یہ تمام باتیں مسلمانوں میں پھیلا رہے ہیں، حالانکہ عقیدہ کے باب میں یہ تمام الفاظ کا استعمال نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ اللہ تبارک و تعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: سورہ بنی اسرائیل سورہ نمبر 17 کی آیت نمبر 36 میں "وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَوَالْفُؤَادَكُلّ أُولَـٰئِكَ كَانَ عَنْهُ

مَسْئُولًا" ”اور جس بات کا علم نہیں آپ اس کے پیچھے نہ پڑیں، بے شک آنکھ کان اور دل ہر ایک کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔“(سورۃ الاسراء:36)۔

یعنی جس کا تمہیں علم نہیں ہے اس کے پیچھے مت پڑو، جس چیز کا تمہیں قطعی علم ہے وہ کہو اور جس چیز کے بارے علم نہیں ہے اس کے متعلق کہو کہ ہمیں اس کا علم نہیں دیا گیا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے، یا ایسا ہو سکتا ہے جیسے الفاظ کہنا درست نہیں ہے ، جس قدر فلسفیانہ سوالات ہوں گے اسی قدر فلسفیانہ جوابات ملیں گے اور سوچ کبھی بھی عقیدہ و شریعت نہیں ہو سکتی۔

مثال کے طور پر کوئی آپ سے (آپ کے حقیقی والد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہے کہ کیا تم مانتے ہو کہ یہ آپ کے والد ہیں ؟ تو آپ کہیں گے ہاں بالکل مانتا ہوں کہ یہ

میرے والد ہیں، پھر کسی اور شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سوال کرتا ہے کہ کیا فلاں شخص آپ کے والد ہوسکتے ہیں؟ تو آپ کا جواب؛ ہوسکتا ہے یا ممکنpossible ہے، وغیرہ نہیں رہے گا، بلکہ آپ کا جواب ہوگا کہ نہیں ہیں، جس طریقہ سے والد کے مسئلہ میں جواباً "ممکن ہے" جیسے الفاظ استعمال نہیں کیے جاسکتے اسی طرح عقیدہ کے مسئلہ میں بھی اس طرح کے الفاظ استعمال نہیں کیے جاسکتے۔

غرض یہ کہ دجال سے کسی نے ہوائی جہاز تو کسی نے ٹیکنالوجی تو کسی نے سائنس مراد لیا تو کسی نے میڈیا کا جھوٹ مراد لیا۔ ہم کہیں گے کہ یہ ساری تاویلات باطل ہیں، جس کا دجال سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس طرح کی تاویل کرنے والو ں کو محاورہ کی زبان میں دور کی کوڑی لانا کہتے ہیں، اس طرح بغیر دلیل کے تشریح کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ قرآن و

حدیث میں اس کی کوئی بھی دلیل نہیں ہے۔ لیکن مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ جو بھی تشریح مل جائے اس کو قبول کر لیتے ہیں۔

امام مہدی کے تعلق سے غلط فہمیاں اور امام مہدی کی علامتیں:

پہلا واقعہ: بعض خود کو امام مہدی سمجھتے ہیں، جیسا کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ مجھے صبح صبح فون آیا جس وقت میں ETV Urdu کے لیے نکل رہا تھا، اس شخص نے کہا کہ کل میں نے خواب میں دیکھا کہ میں امام مہدی ہوں، آپ ایسا کیجیے کہ ای ٹی وی اردو ETV Urdu کو جانے سے قبل میرے ہاتھ پر بیعت کر لیجیے، کہیں اس سے قبل آپ کی وفات نہ ہو جائے اور روح قبض نہ ہو جائے اور آپ گمراہ اور

راہِ راست سے بھٹک کر نہ مر جاؤ اور مزید دعوی کرتے ہوئے کہا کہ میں امام مہدی ہوں اور اب میں آ گیا ہوں۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے بھائی رمضان المبارک میں اچھا وضو کرتے ہیں اور کرتا، پائجامہ پہن کر خالص نیت کرتے ہیں کہ اس سال سے ہم نماز کی پابندی کریں گے، رمضان المبارک میں اسی جذبہ سے سرشار ہو کر مسجد کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں تو خطیب کی زباں سے ممبر پر کھڑے ہوئے یہ الفاظ سنتے ہیں کہ ایک امام مہدی علیہ الصلاۃ والسلام آنے والے ہیں، اللہ تعالی ان کو ایک رات میں سدھار دے گا، یہ سن کر وہ شخص سمجھ رہا ہوتا ہے کہ شاید اس سے میں ہی مراد ہوں، دماغ میں یہ خیال آنا شروع ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو امام مہدی سے موازنہ کرنے لگتا ہے نعوذ باللہ من ذلک۔

دوسرا واقعہ: اسی طرح سے ایک دوسرا واقعہ میرے ساتھ پیش آیا وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے آکر مجھ سے کہا کہ میں امام مھدی ہوں اور حکم دیتے ہوئے کہا کہ میرے ہاتھ پر بیعت کرو، تو میں نے سوال کیا کہ آپ کا اور آپ کے والد کا نام کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میرا نام صفی بن فلاں ہے پھر میں نے کہا کہ جو ہم امام مہدی علیہ الصلاۃ والسلام کا انتظار کر رہے ہیں وہ آپ نہیں ہوسکتے، کیونکہ حدیث رسول کے رو سے ان کا نام احمد یا محمد بن عبداللہ ہو گا، تو اس شخص نے میرے اس جواب میں اپنا اور اپنے والد کا نام بدلنے کی بات کی ،تو پھر میں نے اس کی ناک اور پیشانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ کی ہندوستانی ناک اور باریک پیشانی ہے، حالانکہ امام مہدی کی ناک تلوار کے مانند ہو گی جیسے عام طور سے عربوں کی ہوا کرتی ہے اور پیشانی چوڑی ہو گی مگر آپ کی اس کے برعکس ہے، پھر میں نے ان کو سوال کرتے

ہوئے کہا کہ کیا نام کے تبدیلی کے ساتھ ساتھ پلاسٹک سرجری کرنے کا بھی ارادہ ہے ؟تو اس شخص نے کہا کہ اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر دے، پھر مجھ سے سوال کیے کہ آپ نے جو احادیث بیان کیے ہیں کیا وہ تمام صحیح ہیں؟ پھر میں نے تمام احادیث کو کھول کھول کر بیان کیا تو اس نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ میں بھٹکتے بھٹکتے بچ گیا۔

ہمارے معاشرہ میں ایسا ایک شخص کا معاملہ نہیں ہے بلکہ ایسے کئی نوجوان موجود ہیں جو زیادہ دین دار ہو جانے پر سمجھتے ہیں کہ میرے اندر بھی امام مہدی کے صفات جھلک رہے ہیں، لیکن ایسے لوگوں سے میری نصیحت ہے کہ اللہ تبارک وتعالی سے ہمیشہ ڈرتے رہیں اور اس کے لیے غلط تاویل کر کے ادھر ادھر پھنسنے سے بچیں، بلکہ قرآن اور صحیح احادیث کی روشنی میں گفتگو کرنے کی کوشش کریں، چاہے امام مہدی کا مسئلہ ہو یا کوئی مسئلہ ہو۔

امام مہدی کے تعلق سے مہدوی فرقے کی غلط فہمی:

ہندوستان میں مہدوی نام کا ایک فرقہ پایا جاتا ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم محمد علی جونپوری کو امام مہدی مانتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ وہ آچکے ہیں۔ جبکہ امام الھند ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ نے لکھا ہے تذکرہ نامی کتاب میں **محمد علی جونپوری کے بارے میں۔**

محمد علی جونپوری نے اپنی پوری زندگی میں کبھی بھی امام مہدی کا دعوی نہیں کیا۔ بعد میں ان کے چاہنے والے انہوں نے کہا کہ ہمارے دادا امام مھدی تھے، دوسری بات یہ ہے کہ امام محمد علی جونپوری ہندوستان میں پیدا ہوئے یہیں پر وہ رہے، جب کہ امام مہدی کو مکہ میں لوگ پہچانیں گے۔

اسی طریقہ سے بعض لوگوں نے کہا کہ ہم امام مہدی بھی ہیں اور رسول بھی ہیں، جیسا کہ غلام احمد قادیانی، اسی

طرح ایک مہدی حیدرآبادی بھی ہے الغرض یہ تمام کے تمام غلط ہیں۔

امام مہدی، یاجوج ماجوج اور عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں مختلف باتیں زباں زدِ خاص وعام ہیں، اسی لیے محض صحیح معلومات کی ترسیل کی خاطر یہ کچھ سطور رقم کی گئیں ہیں، تاکہ آپ قارئین کو کوئی بآسانی راہ راست سے بھٹکا نہ سکے۔

عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں آج کل خود بعض مسلمان میگزین اور رسالے میں لکھتے ہیں کہ عیسی علیہ صلواۃ و السلام کبھی کے انتقال کر گئے ہیں ۔ نعوذباللہ من ذالک۔ جبکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ عیسی علیہ الصلاۃ والسلام آسمان میں زندہ اٹھالیے گئے ہیں اور وہ زندہ ہیں اور وہ قیامت کے قریب آئیں گے۔

اور مزید معلومات کے لیے یوٹیوب پر Jesus never died کے موضوع پر میرا ایک بیان بھی ہے جس میں قرآن، صحیح احادیث اور بائبل سے بھی اُنسٹھ 59 دلائل دئے گئے ہیں کہ عیسی علیہ الصلاۃ والسلام مرے نہیں ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں، اگر آپ سرچ کریں گے:

ArshadBasheer Madani – Jesus never died

تو آپ کو مل جائے گا۔ ان شاء اللہ

قرآن اور صحیح احادیث کی روشنی میں قیامت کی نشانیاں:

قیامت کی بڑی نشانیاں:

آج کل خاص کر چار نشانیوں کے سلسلے میں بہت ہی زیادہ لکھا جارہا ہے اور لوگوں میں غلط عقیدہ پھیلایا جارہا ہے اس لیے میں زیادہ توجہ اس پر دے رہا ہوں:

امام مہدی اور ان کا ظہور:

بعض علماء کرام نے کہا کہ امام مھدی کا ظہور قیامت کی پہلی نشانی ہے

امام مہدی دراصل ان کا نام محمد بن عبد اللہ یا احمد بن عبد اللہ ہے، یہ نبی ﷺ کے خاندان اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہوں مکہ میں لوگ ان کو پہچانیں گے اور ان کے ہاتھ پر بیعت ہو گی اور وہ پوری دنیا میں حکومت کریں گے اوران کی ایسی حکومت رہے گی کہ ہر طرف انصاف پھیل جائے گا اور ہریالی آجائے گی، خوشیاں آجائیں گی، اس طرح ایک دور رہے گا. جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

عَنْ عَلِيٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدَّهْرِ إِلَّا يَوْمٌ، لَبَعَثَ اللَّهُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، يَمْلَؤُهَا عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا»

ترجمہ: ”حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگرچہ اس دنیا میں ایک ہی دن کیوں نہ رہ جائے اللہ تعالی میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی کو ظاہر فرمائے گا جو اس دنیا کو عدل سے بھر دے گا جب کہ یہ ظلم سے بھر چکی ہو گی۔“(سنن ابو داؤد:4283)

دجال اور عیسی علیہ السلام کا ظہور:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت سے پہلے 30 بڑے بڑے دجال آئیں گے (سنن أبو داؤد:4333)، ان میں سے سب سے بڑا دجال وہ رہے گا جو عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے میں آئے گا، عیسی علیہ

الصلاۃ والسلام آسمان سے فرشتے کے پَر پر ہاتھ رکھ کر مسجد بیضاء پر نازل ہوں گے، جو آج کل شام، بیروت، سیریا وغیرہ کے علاقے ہیں، مسجد بیضاء کے معنی سفید ہیں، قریب میں بم گرنے کی وجہ سے وہ کالی ہو گئی ہے، ان شاء اللہ عیسی علیہ السلام کے آنے سے پہلے وہ سفید کر دی جائے گی یا ہو سکتا ہے نہ بھی کریں مگر اس کا نام بیضاء ہی رہے گا، اور یہ بات کوئی ضروری نہیں ہے کہ وہ white وائٹ (سفید) ہی ہو، آج بھی نام اس کا مسجد بیضا ہے، یہی ہمارا عقیدہ ہے، اس کے اوپر مسلمانوں نے باقاعدہ helipad (ہیلی پیڈ) بھی بنا دیا تاکہ عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سیدھا اس پر اتر جائیں، یہ لوگوں کا ایک تصور ہے، جب وہ فرشتہ پر ہاتھ رکھ کر اتریں گے تو ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہو گا گرچہ کہ ان کا سر تر نہ ہو گا اور جب وہ اپنا سر اوپر جھکائیں گے تو پانی ٹپکے گا، اور جب اٹھائیں گے تو اس سے موتی کی طرح چاندی کی بوندیں گریں گی، یعنی

وہ بہت پاک وصاف ہونگے، اس کے بعد جب نماز کا وقت آئے گا تو امام مہدی حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کو امامت کے لیے آگے بڑھائیں گے کیونکہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو عیسی کہیں گے کہ امت محمدیہ کی اتنی زیادہ فضیلت ہے کہ ان کے ہوتے ہوئے میں امامت کے لیے آگے نہیں بڑھ سکتا۔(سنن ترمذی:2240)۔

دیکھئے ذرا غور کیجیے کہ اللہ تبارک وتعالی نے اس امت محمدیہ کو کس قدر عزت دی ہے، عیسیٰ علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ امت محمدیہ فضیلت والی قوم ہے، اس کا مطلب کیا ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے، لیکن وہ امامت کے لیے آگے نہیں بڑھیں گے، ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ سارے رسول سارے انسانوں سے زیادہ افضل ہوتے ہیں، لیکن حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام امامت کرنا پسند نہیں فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ فیصلہ لیں گے اور اس کے بعد عیسی علیہ الصلاۃ والسلام مہم کے

لیے روانہ ہوں گے، اور جب دجال آئے گا جو کہ با قاعدہ ایک انسان ہے اور وہ با قاعدہ سواری کرے گا، ایک جانور پر جو بہت ہی زیادہ نجس ہو گا، اس کا ایک قلعہ ہو گا، اس کا ایک حصہ زمین پر ہو گا تو ایک حصہ سمندر پر رہے گا، یعنی وہ بہت ہی بڑا رہے گا اور مسلمان اللہ اکبر کہہ کر زور سے پکاریں گے، جس سے اس کا ایک حصہ گر جائے گا پھر دوبارہ جب نعرہ تکبیر لگائیں گے تو دوسرا حصہ بھی زمین بوس ہو جائے گا، پھر تیسری بار جب نعرہ تکبیر لگائیں گے تو اس میں راستہ بن جائے گا تو اس طرح سے وہ قلعہ فتح ہو جائے گا اور مسلمان مال غنیمت سمیٹ رہے ہوں گے، اس وقت پر اطلاع ملے گی کہ دجال نکل چکا ہے۔ اس کے بعد دجال مشرق سے (جو کہ خراسان کا ایک علاقہ ہے جس کے متعلق آپ نے سنا ہو گا "اصفہانی چائے "اصل میں یہ لفظ ہے اصبہان ہے، جو کہ افغانستان میں ہے اس زمانہ کا جو خراساں تھا آج اس کا کچھ حصہ ایران میں

پایا جاتا ہے اور تھوڑا افغانستان میں پایا جاتا ہے یعنی اس قدر بڑا کشادہ علاقہ ہے) نکلے گا تو تقریبا کئی یہودی (جو وہاں پر آج بھی موجود ہیں) اس کا انتظار کر رہے ہوں گے اور اس کی پیروی کریں گے۔

بائبل کے اندر یہ لکھا ہوا ہے ایک مسیحا آئے گا جو یہودیوں کا ساتھ دے گا، اسی لیے آج بھی وہ انتظار میں ہیں لیکن بائبل کے مطابق وہ اسرائیل کا علاقہ ہے اور اس کو تیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اسرائیل کو قائم کرنا یہ ان کی ذمہ داری ہے، یہ سوچ یہودی اور عیسائی دونوں کی ہے، حالانکہ جس کا انتظار کرنے کے لیے عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے کہا اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں song of Solomon chapter number 5 verse number 16 کے اندر، محمد کا لفظ آیا ہے لیکن وہ لوگ محمد ﷺ کا انتظار کرتے ہی رہے محمد ﷺ آئے بھی اور چودہ سو

سال پہلے گزر بھی گئے ،نہ یہودی مان رہے ہیں اور نہ ہی کرسچن جبکہ old testament کے حساب سے ان کو ماننا چاہیے لیکن ابھی بھی انتظار میں ہیں، آخر میں وہ دجال کو سمجھ جائیں گے کہ یہ وہی شخص ہے جس کے ہم منتظر تھے وہ اس کی اقتدا کرنے لگیں گے وہ مشرق سے آئے گا ایران اور افغانستان کے علاقے سے (اور یاجوج وماجوج کا جو علاقہ ہے وہ بحر طبریہ جو رشیا کے نیچے ہے) بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ دجال برمودہ مثلث Bermuda triangle میں ہے، یہ یورپ اور امریکہ کے درمیان میں برمودہ مثلث triangle ٹرائینگل شکل میں ایک بڑا سمندری علاقہ ہے وہاں سے اگر کوئی ہوائی جہاز، یا کشتی گزرتی ہے تو ڈوب جاتی ہے، ہمارے مسلمان بھائی کہتے ہیں کہ وہاں پر دجال ہی ہو گا اسی لیے وہ سب کو کھا رہا ہو گا، ہم کہیں گے کہ دجال کا اس برموڈا مثلث سے کوئی تعلق

نہیں ہے ،کیونکہ سورہ حجرات 49، آیت نمبر1 میں اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرمارہے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ"

ترجمہ:"اے ایمان والو تم اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ کا تقوی اختیار کرو بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔(سورۃ الحجرات:1)

لہذا ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کے آگے نہ بڑھیں،اپنی طرف سے نئی نئی باتیں نہ کہیں،وہی کہیں جو قرآن اور صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

کیونکہ جب دجال آئے گا تو وہ بڑے بڑے کرتب دکھائے گا اور لوگوں سے کہے گا کیا تم اپنے ماں باپ کو زندہ دیکھنا چاہتے ہو؟تو لوگ کہیں گے ہاں، پھر اس کے بعد کہے گا کیا تم میری بات مانو گے ؟ زیادہ تر دیہات کے لوگ اور

عورتیں اس کی بات مانیں گے ، یہودی چونکہ انتظار کر رہے ہیں وہ مان لیں گے یہاں تک کہ شوہر اپنے بیویوں کو رسیوں سے باندھ کر کہیں گے اس کے پاس مت جاؤ لیکن عورتیں نہیں مانیں گے کیونکہ وہ بہترین سریلی انداز میں ناچ ، گانا کرے گا اور جن جن چیزوں سے وہ متاثر کر سکتا ہے کرے گا، اسی لیے علماء کرام نے کہا کہ عورتوں کو مسجد میں لانے کی کوشش کی جائے تاکہ وہ خطبات سنیں۔

الغرض ایک شخص اس کو نہیں مانے گا ، دجال جنوں کی مدد سے اس کے ماں باپ کو لا کر کھڑا کرنے کی کوشش کرے گا ، جنوں کے اندر روپ بدلنے کی طاقت ہوتی ہے ، میرے پاس کئی لوگ جو جنوں کا علاج کرتے ہیں رقیہ شرعیہ کرتے ہیں، بسا اوقات اس میں سے اکثر لوگ بھٹک جاتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد روح واپس نہیں آتی جبکہ میں نے فلاں کو دیکھا ، تو میں نے

کہامرنے کے بعد روح عالم برزخ میں جاتی ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ

ترجمہ: ”اور اس کے آگے برزخ ہے اس دن تک جب وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔“(سورۃالمومنون:100)

مگر بعض لوگ کہتے ہیں روحیں شب براءت میں آ جاتی ہیں، اسی لیے وہ بعض جگہوں پر سگریٹ رکھ دیتے ہیں، اس لیے کہ ان کو سگریٹ بہت ہی زیادہ پسند تھاوہ آتے ہیں اور پی کے چلے جاتے ہیں۔اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے تو آج کے دور میں کمپیوٹر اور موبائیل رکھنا پڑے گا کیونکہ آج کل بچے بہت ہی زیادہ فیس بک واٹس ایپ پر چاٹنگ کرتے ہیں۔

بھائیو!یہ تمام عقائد سراسر غلط اور باطل ہیں، جنوں کے اندر یہ طاقت ہے کہ وہ کسی کا بھی روپ دھار سکتے ہیں

، بہر کیف دجال کوشش کرے گا اس طریقہ سے جن بھی اس کا ساتھ دیں گے اور لوگ مان لیں گے لیکن اس وقت پر جو علم والا رہے گا وہ کہے گا میرے نبی نے پہلے ہی یہ پیشن گوئی کر دی تھی کہ دجال یہ سب کام کرے گا اور مجھے پورا یقین ہے کہ تو ہی دجال ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر علم رہے گا تو ہم بچ سکیں گے، ہمیں چاہیے کہ منبر و محراب سے بھی اس موضوع پر لوگوں کو educate کیا جائے۔ بہر کیف دجال آئے گا کئی کرتب دکھائے گا اور دجال کی تیزی اس قدر زیادہ ہو گی کہ وہ منٹوں اور سکینڈوں میں ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں ہوا کی طرح تیزی سے جائے گا لیکن مکہ اور مدینہ میں کبھی بھی داخل نہیں ہو سکے گا۔

دجال سے محفوظ رہنے کا طریقہ:

جو آدمی چاہتا ہے کہ وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے تو اس کو چاہیے کہ وہ سورۃ الکہف کی شروع کی دس آیتیں یاد کرلے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ: «مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ»

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو سورۃ الکہف کی شروع کی دس آیتیں یاد کرلیتا ہے وہ دجال سے محفوظ رہتا ہے۔“ (صحیح مسلم:809)

اور اسی طرح نماز میں ہم سلام پھیرنے سے پہلے اس دعا کا اہتمام کریں:

«اللهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ»

ترجمہ: ”اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں عذابِ قبر سے اور دجال کے فتنے سے۔“ (صحیح مسلم:589)

اسرائیل کا جو ہوائی اڈاہ ہے عربی زبان میں اس علاقہ کو لد کہتے ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لد** کے علاقے میں دجال اور عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کا آمنا سامنا ہو گا جب وہ عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے سامنے آئے گا تو دجال اس طرح سے گھل جائے گا جس طرح سے پانی میں نمک گھل جاتا ہے اور اس طرح سے دجال کا خاتمہ ہو جائے گا اور یہودیوں کی ایک بڑی قوم اس کو follow فالو کرے گی اور دجال کے ساتھ یہودی بھی تباہ ہو جائیں گے ،عیسائیوں کی ایک بہت بڑی تعداد عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لے گی اور جو لوگ اس وقت پر اسلام قبول نہیں کریں گے ،ایک ایسی ہوا چلے گی جس کی وجہ سے ان کو نقصان ہو جائے گا۔

دجال کے خاتمے کے بعد پھر حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام اپنی قوم کو لے کر کوہ طور پر چلے جائیں گے، یہاں تک کہ جب پہاڑوں کے درمیان کی بڑی دیوار ٹوٹ جائے گی اوراس کے بعد یاجوج ماجوج سمندروں کے لہروں کی مانند کودتے ہوئے آئیں گے اوران کی تعداد بہت ہو گی جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسانوں میں سے ایک ہزار میں سے ایک ہی جنت میں جائے گا نو سو ننانوے جہنم میں جائیں گے، یہ سن کر صحابہ کرام غمگین ہو گئے اور کہا کہ تب تو ہم تباہ ہو گئے برباد ہو گئے تو نبی کریم ﷺ نے ان کے چہروں کو پڑھ لیا، پھر کہا کہ خوش ہو جاؤ، یہ عام انسان جہنم میں زیادہ نہیں جائیں گے بلکہ اس میں یاجوج ماجوج کی قوم کی تعداد زیادہ ہو گی، غرض یہ کہ 999 میں کثیر تعداد یاجوج، ماجوج کی رہے گی، وہ زمین میں ہر جگہ جائیں گے دنگا اور فساد کریں گے، یہاں تک کہ وہ آسمان میں تیر چلائیں گے، اور جب یہ تیر

آسمان سے واپس آئیں گے تو انہیں خون لگا ہو گا، علماء کرام کہتے ہیں کہ اس وقت تیروں والی جنگ ہو گی جب لوگ دیکھیں گے کہ آسمان سے تیروں کو خون لگ کر آیا ہے تو خوش ہو جائیں گے وہ سمجھیں گے کہ انہوں نے آسمان کے لوگوں کو بھی مار دیا۔

پھر عیسٰی علیہ الصلاۃ والسلام اور اس زمانے کے نیک لوگ مل کر دعا کریں گے: اے اللہ سبحانہ وتعالی ہماری مدد فرمااور یاجوج ماجوج کو ہلاک کر دے ، پھر نغف نامی ایک بیماری ان کے جسم میں پیدا ہو گی نتیجہ میں سارے یاجوج ماجوج کی قوم مر جائے گی، لیکن وہ اتنے بڑے بھاری بھر کم جسم والے ہوں گے کہ ان کو اٹھانا مشکل ہو گا، انکی وجہ سے پوری سرزمین پر بدبو پھیل جائے گی، پھر حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام اللہ تعالی سے دعا کریں گے تو پرندے آکر

یاجوج ماجوج کی قوم کو سمندر میں لے جا کر پھینک دیں گے،(اس سے پتہ چلا کہ وہ سارے سمندر کا پانی نہیں پئیں گے بلکہ جو روم کے پاس کا جو علاقہ ہے اس کا پانی ہی پئیں گے) اور آسمان سے بارش ہو گی جس سے ساری زمین پاک ہو جائے گی ،اس کے بعد عیسی علیہ الصلاۃ والسلام معمول کے مطابق زمین پر رہیں گے،، پھر وفات پائیں گے اور نبی کریم ﷺ کے پہلو میں ان کو دفن کیا جائے گا، یہ کوئی ضعیف روایت نہیں ہے۔

عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام دنیا میں کتنے سال رہیں گے ؟

امام ابن حجر رحمہ اللہ نے پوری تحقیق کرنے کے بعد کہا کہ 33 سال وہ اس دنیا میں گزار کر گئے ہیں بعد میں وہ 7 سال رہیں گے پورے ملا کر وہ چالیس سال رہیں گے، مگر

اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ آنے کے بعد پورے چالیس سال گزاریں گے۔

عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کا بھی انتقال ہو جائے گا ،کیونکہ ہر ایک کو مرنا ہے:"كُلُّ نَفْسٍ ذائِقَةُ الْمَوْتِ"ترجمہ:"ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے" امام مہدی علیہ الصلاۃ و سلام کا بھی انتقال ہو جائے گا۔ حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام خنزیر کا خاتمہ کر دیں گے، صلیب کا خاتمہ کر دیں گے۔

غرض یہ کہ قیامت کی نشانیوں کو جاننا بہت ضروری ہے اور یہ بڑا اہم موضوع ہے اور net نیٹ پر اور کتابوں میں خاص کر دجال کے تعلق سے زیادہ معلومات نہیں۔ اس لیے اس موضوع پر تیاری کی جائے تاکہ لوگوں کو قرآن اور صحیح حدیث کی روشنی میں صحیح معلومات فراہم کریں۔

بعض لوگ قیامت کی نشانیوں کو نہیں مانتے بلکہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں یہ سراسر غلط ہے، ہو سکتا ہے اس سے ہم دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیں، آخرت پر ایمان لانا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے، غیب پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی چیزیں سمجھ نہیں آتیں لیکن پھر بھی ان پر یقین کرنا ضروری ہے۔

بہر کیف ایک مردہ مرنے سے پہلے اس کی آنکھ سمٹ جاتی ہے، اس کی آنکھ اوپر آجاتی ہے اور پیر اس کے کھینچے جاتے ہیں اور اس کی پیشانی پر پسینہ آتا ہے ،غرغرہ واقع ہونے کے بعد مر جاتا ہے، مرنے سے پہلے مرنے کی کچھ علامتیں ہوتی ہیں اسی طریقہ سے قیامت قائم ہونے سے پہلے یہ دنیا کی موت ہونے والی ہے اس کی بھی نشانیاں ہوتی اور ان میں دس نشانیاں بڑی ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّهَا لَنْ تَقُومَ حَتَّى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ - فَذَكَرَ - الدُّخَانَ، وَالدَّجَّالَ، وَالدَّابَّةَ، وَطُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَنُزُولَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ﷺ، وَيَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ، وَثَلَاثَةَ خُسُوفٍ: خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ، وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ، وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَآخِرُ ذَلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ، تَطْرُدُ النَّاسَ إِلَى مَحْشَرِهِمْ "

ترجمہ: " قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک تم یہ نشانیاں نہ دیکھ لو؛ 1. دھواں کا نکلنا، 2. دجال کا ظاہر ہونا، 3. جانور کا نکلنا، 4. سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، 5. عیسی علیہ السلام کا نازل ہونا، 6۔ یاجوج اور ماجوج کا خروج تین زلزلوں کا ہونا. 7 مشرق. 8 مغرب اور. 9 عرب میں اور 10. یمن سے آگ کا نکلنا وغیرہ۔"(صحیح مسلم:2901)

جب سورج مغرب سے نکلے گا اس وقت کسی کا اسلام قبول نہیں کیا جائے گا کہ قبل ازاں اسلام لانا یا توبہ کرنا

ضروری ہے، مرنے سے پہلے غرغرہ موت اور سورج کے مغرب سے نکلنے سے پہلے تک توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند کر دیا جائے گا۔

اس کے بعد کی نشانی دابۃ الأرض کی ہے کہ زمین سے ایک جانور چاشت کے وقت (جب کہ سورج ذرا اونچا ہو گا) نکلے گا جو بھی اللہ پر یقین نہیں کرے گا وہ جانور ان کو ڈانٹے گا اور کہے گا اللہ پر ایمان نہیں لاتے یہ کیسے انسان ہیں؟ پوری کائنات اللہ کے حکم پر چل رہی ہے، پوری کائنات اللہ تعالی کے تابع داری میں لگی ہوئی ہے:

"أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ "

ترجمہ: ”کیالوگ اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور دین کو چاہتے ہیں، حالانکہ آسمان و زمین میں جو بھی چیزیں ہیں وہ

چاہتے اور نہ چاہتے ہوئے بھی اللہ کی فرمانبردار ہیں اور اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔"(سورۃ آل عمران:83)

پھر دسویں نشانی یہ ہو گی کہ ایک آگ آئے گی جس سے لوگ ڈرتے بچتے ہوئے بھاگیں گے یہاں تک کہ لوگ اپنی جان بچاتے ہوئے بھاگ کر سیریا/ شام کے علاقے میں پہنچ جائیں گے، اور جب لوگ واپسی کے لیے تیار ہو رہے ہوں گے تو صور پھونکا جائے گا، پوری دنیا تباہ و برباد ہو جائے گی بہت سارے لوگوں کی یہ غلط فہمی ہے کہ قیامت عرفہ کے میدان میں قائم ہو گی یہ غلط فہمی ہے۔

چند سال قبل یہ مشہور ہو گیا تھا کہ 2012 میں قیامت آنے والی ہے، پھر تھوڑے دنوں کے بعد یہ خبر آئی کہ کچھ ٹیکنیکل دشواریوں کی وجہ سے متاخر ہو گئی، یہ ساری باتیں

بکواس ہیں، ہمیں آخرت کی تیاری کرنی چاہیے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

"هَلْ يَنظُرُونَ إِلاَّ أَن تَأْتِيهُمُ الْمَلآئِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لاَ يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انتَظِرُواْ إِنَّا مُنتَظِرُونَ"

ترجمہ: ''کیا وہ صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا آپ کا رب آئے یا آپ کے رب کی بعض نشانیاں آئیں جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آئیں گی تو کسی ایسے شخص کا ایمان لانا فائدہ مند نہ ہو گا جو پہلے ایمان نہیں لایا تھا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا کہہ دیجیے تم انتظار کرو بے شک ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں۔''(سورۃ الانعام:158)

قیامت کی کچھ چھوٹی نشانیاں:

احادیث میں قیامت کی چھوٹی نشانیاں سو سے زائد ہیں، کچھ نشانیاں ایسی ہیں جو گزر چکی ہیں جیسے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا نبی بنا کر بھیجا جانا اور میرا دنیا سے گزر جانا، بیت المقدس کا فتح ہو جانا، صحابہ کرام کا غلط فہمی میں جنگ جمل اور جنگ صفین کی شکل میں جنگ وجدال کرنا ،اور بہت بڑے پیمانے پر ایک مخصوص بیماری سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا انتقال ہو جانا، پہاڑ جلنا اور اس کی روشنی سیریا یعنی شام میں نظر آنا۔

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ کی یہ پیشن گوئی میرے زمانہ میں پوری ہو گئی، مدینہ میں اگر آج بھی آپ جا کر دیکھیں گے جہاں پر ائیر پورٹ ہے جب آپ وہاں اتریں گے تو آپ کو پہاڑ دکھے گا جسے جبل محرق کہتے ہیں یعنی جلا ہوا پہاڑ اور واضح طور سے نظر آئے گا یہ پہاڑ جلا اور کئی دن تک

جلتا رہا اور اس کی روشنی سیریا میں نظر آئی جو کہ ایک ہزار کلو میٹر دور ہے اور عورتیں کئی دن تک جو کام دن میں بچ جاتا اس کو اسی روشنی میں پورا کرتیں تھیں، یہ قیامت کی ایک نشانی ہے جو امام نووی رحمہ اللہ کے زمانہ میں ظاہر ہوئی، امام نووی رحمہ اللہ کا انتقال 660ھ میں ہوا، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی پیدائش 661ء میں ہوئی، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی پیدائش سے چار سال پہلے یہ نشانی پوری ہوئی۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے قریب آسمان سے فتنے آئیں گے جیسے آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ سیٹلائٹ چینل جو کہ آسمانوں میں موجود ہیں اور نشر ہوتے ہیں اور ہمارے گھر میں فتنے رونما ہوتے ہیں۔

اسی طرح **ترکوں سے جنگ ہو گی اور ترکی فتح ہو گا**، جس وقت پر نبی کریم ﷺ نے کہا اس وقت ترکی مسلمانوں کے ہاتھ میں نہیں تھا، ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے زمانے میں بھی

نہیں تھا بلکہ اس کے بعد محمد الفاتح نے آکر ترکی کو فتح کیا جواب مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: لونڈی اپنے مالک کو جنم دے گی یعنی بچے کو جنم دے گی، یہ بچہ بڑا ہو کر بادشاہ بنے گا اور اس کے اندر ماں کا احترام نہ ہو گا اور اس کے ساتھ لونڈی کی طرح سلوک کرئے گا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عرب کے بدو جو بکریاں چرا رہے ہیں وہ اونچی اونچی عمارتیں بنا کر اس میں آپس میں مقابلہ کریں گے، اس لیے عرب ممالک میں سب سے بڑی عمارت دبئ کے اندر ہے جس کی اونچائی 830 میٹر ہے جو برج خلیفہ کے نام سے مشہور ہے، جس کے بازو میں میری آفس موجود ہے جب بھی میں اس عمارت کی طرف

نظر ڈالتا ہوں تو ذہن میں اللہ کے رسول ﷺ کی یہ حدیث یاد آجاتی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ قربِ قیامت عورتیں کپڑے پہن کر ننگی نظر آئیں گی، قیامت کے قریب لکھنا پڑھنا بہت زیادہ ہو جائے گا، لکھنے پڑھنے کے اسباب و ذرائع زیادہ ہو جائیں گے،(مجھ سے خاتون نے ایک سوال کیا کہ قیامت کے قریب کیا ہم لکھنا پڑھنا چھوڑ دیں؟ میں نے کہا کہ نہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے صرف قیامت کی نشانی کے طور پر ذکر کیا ہے، آپ ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ مت پڑھو)، اسی طرح قیامت کے قریب ایک مرد کے مقابلے پچاس پچاس عورتیں رہیں گی اور اس مرد کی ذمہ داری میں عورتیں زیادہ ہو جائیں گی۔

غرض یہ کہ اس طرح کی حدیثوں کا منفی مطلب نکال کر ترقی کرنے یا پڑھنے لکھنے سے دور نہ رہیں، بلکہ اس کا مقصد صرف علاماتِ قیامت کا ذکر کرنا ہے اور ساتھ میں آخرت کی تیاری کرنا ہے۔

جیسا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے سلسلۃ الأحادیث الصحیحہ میں جلد نمبر 1 حدیث نمبر 1 تا 7 میں ذکر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: قیامت کے قریب عرب کا جو علاقہ ہے جہاں پر پورا ریگستان ہی ریگستان ہے، ریت ہی ریت ہے اور قیامت کے قریب وہاں پر ہریالی ہی ہریالی ہو جائے گی اور نہریں جاری ہو جائیں گی اور خوشحالی زیادہ ہو گی۔

البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ علاماتِ قیامت منفی نہیں ہے کیونکہ اس میں ترقی کی طرف اشارہ ہے یعنی قیامت کے قریب ترقی میں عرب کے

لوگ سب سے زیادہ آگے رہیں گے، ہریالی رہے گی، نہریں رہیں گے جیسا کہ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ پوری دنیا میں (recessionکساد بازاری) آگیا ہے، مگر سعودی عرب میں نہیں آیا، سعودی عرب کے لوگوں کے پاس روپیہ زیادہ ہے ترقی زیادہ ہورہی ہے۔ الغرض ان نشانیوں کو دیکھنے سے غیب پر ہمارا ایمان ویقین اور مضبوط ہو جائے گا۔

قیامت کب آئے گی؟

قیامت کب قائم ہوگی اس کا علم صرف اللہ تعالی کو ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا:

"يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ"

ترجمہ: ”اے محمد! لوگ قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں تو آپ کہہ دیجیے کہ اس کا علم میرے رب کے پاس ہے، وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔“(سورۃ الاعراف:187)

حدیث جبریل میں جب نبی کریم ﷺ سے حضرت جبرئیل نے پوچھا قیامت کب آئے گی؟ تو آپ ﷺ نے کہا :"مَا المَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ"ترجمہ:” پوچھنے والا بہتر جانتا ہے اس سے جس سے پوچھا جا رہا ہے۔ “(صحیح بخاری:50)

یعنی دونوں اس مسئلہ میں برابر ہیں، یعنی دونوں لاعلم ہیں البتہ آپ ﷺ نے اس کی نشانیاں بتائی ہیں، اس کے جاننے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ایمان پختہ ہو جاتا ہے۔

غیر مسلموں کو مختلف طریقوں سے قیامت کا یقین دلانا:

ایک طریقہ

اگر کوئی غیر مسلم ہم سے یہ سوال کرے کہ کیا آپ قیامت، فرشتوں وغیرہ کو مانتے ہیں؟ تو آپ جواب میں ہاں کہیں گے، لیکن پہلے ہم گفتگو قیامت کی نشانیوں سے ہر گز شروع نہ کریں، بلکہ ہم اس کو سب سے پہلے یہ بتائیں کہ ہم ان چیزوں کو کس بنیاد پر مانتے ہیں، ہم ان چیزوں کو اس لیے مانتے ہیں کہ یہ تمام چیزیں قرآن اور صحیح احادیث میں موجود ہیں اور ان کو ماننا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ "

ترجمہ: ”اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔“(سورۃ النساء:59)

ہم پہلے قرآن کو ثابت کر دیں گے کہ قرآن انسان کا کلام نہیں ہے، یہ واقعی اللہ تبارک و تعالی کی طرف سے آئی ہوئی کتاب ہے، پھر آپ کو اس قرآن اور صحیح احادیث کی بنیاد پر آخرت، قیامت وغیرہ کو سمجھانا آسان ہو گا۔

مثال کے طور پر اگر ہم کسی غیر مسلم سے پوچھیں کہ قرآن مجید محمد ﷺ پر کس زمانہ میں نازل ہوا؟ تو وہ کہے گا کہ dark ages(دورِ تاریک) میں یعنی اس زمانہ میں پورا اندھیرا ہی اندھیرا تھا، کیونکہ 1452 چودہ سو باون میں یورپ بیدار ہوا اور 1482 چودہ سو بیاسی میں امریکہ discover ہوا اور 1505 آکسفورڈ اور کیمبرج کی بنیاد پڑی، اس کا مطلب

ان کے حساب سے اس سے پہلے ریسرچ نہیں تھا بالکل اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔

اس اندھیرے زمانہ میں رسول اکرم ﷺ بھیجے گئے ،اس وقت نہ کوئی ریسرچ تھا اور نہ ہی کوئی لیب۔ محمد ﷺ ایک اُمی تھے، جس کا مطلب انہیں نہ پڑھنا آتا تھا اور نہ لکھنا آتا تھا، اس وقت کوئی سکھانے والا موجود نہیں ہے، پوری دنیا کے اندر کوئی شخص یہ دعوی بھی نہیں کیا کہ میں نے قرآن لکھا ہے، محمد ﷺ نے کبھی نہیں کہا کہ قرآن مجید کو میں نے لکھا، بلکہ انہوں نے کہا کہ:

" تَنزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَـٰنِ الرَّحِيمِ"

ترجمہ: "قرآن مجید رحمن اور رحیم کی طرف سے ہے۔" (سورۃ حم سجدۃ:2)

قرآن مجید میں 1000 ایسی آیتیں ہیں جس کا تعلق سائنس سے ہے اور سائنسدان پریشان ہیں کہ چودہ سو سال والی پہلی والی بک میں یہ سب باتیں کیسے آئیں؟

اسی لیے ولیم کیت مورے William Keith Moore نے اپنی کتاب میں لکھا(جو کہ غیر مسلم ہے) بچہ پیدا ہونے سے پہلے رحم مادر میں جس طرح نشو ونما پاتا ہے جس کو embryology کہتے ہیں تو ویلیم کیت مورے کہتے ہیں کہ جب ہم نے تحقیق و ریسرچ کی تو ہم نے سوچا کہ رحم مادر میں بچے کی تحقیق والا معاملہ بہت ہی مشکل ہے، بڑی بڑی مشینیں استعمال کر کے ہم ریسرچ کیے، مگر باوجود اس کے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے تو پھر انہوں کہا کہ مہینہ مہینہ بانٹ کر study اسٹیڈی کیے، پھر بھی مشکل ہو گیا تو ہفتہ ہفتہ بانٹا گیا پھر میں نے قران مجید کی ان آیات کو پڑھا:

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ"

ترجمہ: ”بلاشبہ ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا، پھر ہم نے اسے محفوظ قرار گاہ میں نطفہ بنا کر رکھا، پھر ہم نے اس نطفہ سے خون بنایا، پھر ہم نے اسے لوتھڑے میں ڈھالا، پھر اس لوتھڑے سے ہڈیاں بنائیں، پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر ہم اسے ایک اور ہی صورت میں بنایا، بابرکت ہے وہ اللہ جو سب سے عمدہ بنانے والا ہے۔“

(سورۃ مومنون:12-14)

کیت مورے کہتے ہیں کہ اس آیت کے پڑھنے کے بعد مجھے جواب مل گیا۔ مزید انہوں نے کہا کہ محمد ﷺ کے

زمانہ میں نہ آکسفورڈ اور نہ ہی کیمبرج یونیورسٹی موجود تھی، بلکہ وہ ایک اُمی تھے، جن کو دیکھ کر لکھنا پڑھنا نہیں آتا تھا اور نہ وہ کوئی سائنسدان تھے، نہ اس زمانہ میں کوئی آلات تھے اور نہ مشین تھے، میں مانتا ہوں کہ رحم مادر میں بچہ کی نشو نما ویسے ہی ہوتی ہے جیسے قرآن میں بتایا گیا ہے۔

اسی طرح ایک جرمنی سائنسدان جو سمندروں کا سفر کرنے والا، غوطہ زنی کرنے والا تھا، ایک مرتبہ سمندر میں گیا اور وہ سمندر کی گہرائی میں گیا اور وہ وہاں اپنا ہاتھ دیکھنا چاہا تو دیکھ نہیں سکا، سمندر کی گہرائی میں اس قدر اندھیرا تھا، ایک مرتبہ اس کے دوست نے اس کو قرآن مجید دیا تو اس نے سورہ نور پڑھا جس میں تھا کہ سمندر میں اتنا گہرا اندھیرا ہوتا ہے کہ آدمی اپنا ہاتھ تک دیکھ نہیں پاتا تو وہ فورا اپنے دوست کے پاس دوڑے دوڑے چلا آیا اور پوچھا کہ کیا آپ کے نبی سمندر کا سفر کیے ہیں؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر وہ کہاں رہتے تھے؟ اس

نے کہا عرب کے ریگستان میں رہتے تھے، جس میں پانی کا ایک قطرہ موجود نہیں ہے، اس کے بعد وہ مشرف بہ اسلام ہو گیا ، یہ واقعہ **ہم نے اسلام کیوں قبول کیا** ؟ کتاب میں ہے، یہ کتاب دارالسلام سے شائع ہوئی ہے۔

ان باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن مجید کا کوئی مصنف نہیں ہے، کیونکہ یہ قرآن مجید اللہ تبارک وتعالی تک لے جا کر ملائے گا، قرآن مجید کو بادلوں کو پیدا کرنے والے نے اتارا ہے، سمندروں کو پیدا کرنے والے نے اتارا ہے، قرآن مجید کے مصنف کو ڈھونڈنے کی کوشش کیجیے مجھے یقین ہے کہ قرآن مجید اللہ تبارک وتعالی سے تم کو ملا دے گی، جو ہمارا خالق ہے، قرآن مجید میں آیا ہے:

"إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ"

ترجمہ: ”بے شک ہم ہی قرآن کو نازل کیے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“(سورۃ الحجر:9)

اور قرآن مجید کی تفسیر محمد ﷺ کی احادیث ہیں جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

" وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ"

ترجمہ: ”اور ہم نے اس قرآن کو آپ پر نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے بیان کریں جو کچھ ان کی طرف نازل کیا گیا ہے شاید کہ وہ غور و فکر کریں۔“(سورۃ النحل:44)

دوسرا طریقہ:

جب میں نیپال گیا تو وہاں پر مختلف جماعتیں جیسے جماعت اسلامی، ندوہ، دیوبند اور اہل حدیث کے افراد نے مل کر مجھے نیپال آنے کی دعوت دی اور کہا کہ یہاں پر ایک بدھسٹ ہے جو سب سے سوال کر کے ہم تمام کو شک میں

ڈال رہا ہے میں نے پوچھا کہ کیا سوال کر رہا ہے؟ تو انہوں نے اس شخص کی طرف رہنمائی کی کہ آپ ہی اس سے مل کر سوال و جواب کیجیے، اس کو بلایا گیا، میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کا کیا سوال ہے؟ تو اس نے کہا میں نے اسلام کا مطالعہ کیا ، قرآن و حدیث کا مطالعہ کیا، میں مانتا ہوں کہ قرآن و حدیث صحیح ہیں ،اسلام اور مسلمان صحیح ہیں، لیکن ایک سوال کا جواب مجھ کو نہیں مل رہا ہے، اگر آپ اس کو دے دو تو میں مسلمان ہو جاؤں گا ،تو اس نے کہا آپ کا کہنا ہے کہ اگر قیامت قائم ہو گئی تو ہم کو بدلہ ملے گا ، جس کے لیے ہم دنیا میں شراب نہیں پیتے، زنا نہیں کرتے ، برے کام نہیں کرتے ،عیاشی نہیں کرتے وغیرہ، اگر قیامت قائم نہ ہوئی تو کیسا؟ جو کچھ ہم نے مزہ چھوڑا وہ تمام کا تمام بے کار ہو جائے گا، تو میں نے کہا کہ ٹھیک ہے، میں نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ سائنس کو مانتے ہیں؟ تو اس نے کہا: سائنس کو بھی نہیں مانتا،

پھر میں نے کہا کہ آپ عقلی دلیل کو مانتے ہیں؟ اس نے کہا اس کو بھی نہیں مانتا؟ پھر میں نے پوچھا آپ فلاسفی مانتے ہیں؟ فلاسفی کا بھی انکار کر دیا، پھر میں نے کہا ایک تو چیز آپ کو ماننا ہی پڑے گا ، آپ کامن سنس commonsense مانتے ہیں؟ تو اس نے کہاہاں میں اس چیز کو مانتا ہوں، پھر میں نے کہا مثال کے طور پر آپ کا ایک دوست ہے جو آپ کو کہہ رہا ہے کہ جس کے پاس دو پیکٹ ہیں ایک پیکٹ میں بریانی ہے اور وہ عمدہ ہے دوسری پیکٹ میں بھی بریانی ہے مگر پتہ نہیں کہ وہ اچھی ہے یا خراب ہے؟ تو آپ بتلایئے اپنی کامن سنس کے حساب سے آپ دونوں میں سے کون سی پیکٹ استعمال کریں گے اور دونوں میں سے بہترین انتخاب کونسا ہے ؟ اس نے کہا جس کے بارے میں میرا دوست کہہ رہا ہے کہ بریانی اچھی ہے اس کو میں لے لوں گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے پھر میں نے کہا آپ آخرت کے قرآن و صحیح احادیث اور اسلام کے سلسلہ

میں کہہ رہے ہیں کہ تمام کا تمام صحیح ہے، مگر ایک سوال آپ کے دماغ میں بیٹھا ہوا ہے کہ قیامت قائم نہ ہو تو؟۔ ٹھیک ہے مان لو قیامت قائم نہیں ہوئی، کل کے دن مسلمان پورے مر گئے، اس کے بعد اللہ تعالی دوبارہ اٹھایا، تو دیکھا گیا کہ وہاں پر کچھ نہیں ہے، نہ قیامت ہے اور نہ جنت و جہنم ہے، واقعی اگر ایسا ہو جائے ہمارے مسلمانوں کا نقصان صرف یہی ہو گا کہ زیادہ سے زیادہ ہم بیوقوف بن گئے اور اس سے بڑھ کر کچھ معاملہ نہیں بگڑا اور تھوڑے خواہشات چلے گئے، لیکن آپ کا جو دوسرا آپشنoption ہے اس میں آپ غور و فکر کیجیے اگر واقعی قائم ہو گئی تو؟ اس نے کہا کہ مجھے اس بارے میں سوچ کر ہی خوف ہو رہا ہے، جب بھی دعوتی کام میں بات ختم ہو جائے تو فورا قرآنی آیات شروع کر دیں، جس کی وجہ سے شیطان بھاگ جاتا ہے اور اللہ کی رحمتیں قریب آتی ہیں، آخر کار اس

نے کہا کہ ان شاءاللہ میں اور زیادہ تحقیق کر کے اسلام قبول کرتا ہوں۔

تیسرا طریقہ:

سمجھانے کے اور بھی کئی طریقے ہیں، جیسے جب قیامت قائم ہو گی تو ایک مظلوم کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ قیامت کے دن بدلہ دیں گے، دنیا میں ہو سکتا ہے کہ اس کو صحیح طور سے اس کی کوئی مدد نہ کر سکے مگر ان شاء اللہ اللہ تعالی قیامت کے دن اس کا پورا کا پورا بدلہ دیں گے، نیکی کرنے والے کو ہو سکتا ہے کہ دنیا میں بدلہ نہیں ملے گا لیکن اللہ تعالی کل قیامت کے دن اس کا مکمل بدلہ دے گا، اسی طرح اگر ایک آدمی نے ہزاروں کو ختم کر دیا، لاکھوں کو مار دیا، دنیا میں اگر

اس کو بدلہ میں مارا جائے تو صرف وہ ایک آدمی مرے گا لیکن اللہ تعالی قیامت کے دن اسے بار بار ماریں گے اور اس کے لیے کسی کو بار بار زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں بلکہ ممکن ہے، جس طرح ایک مرتبہ کمپیوٹر بننے کے بعد دوبارہ اسی طرح بنانا آسان ہے اسی طرح انسان کو ایک بار پیدا کرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا آسان ہے اور جو اس کا انکار کرتے ہیں انہیں تنبیہ کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا:

"وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَن يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ"

ترجمہ: ”کہ یہ ابن آدم ہمیں مثالیں دے رہا ہے اور اپنی تخلیق کو بھول گیا ہے وہ کہتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہڈی کیسے زندہ کر سکتا ہے جبکہ وہ ریزہ ریزہ ہو چکی ہے ،اے نبی اکرم ﷺ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ جس نے پہلے مرتبہ ان کو پیدا کیا اور بنایا وہی رب ان کو دوبارہ زندہ بھی کرے گا،

کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر ایک مخلوق کے بارے میں بخوبی جانتے ہیں۔"(سورۃ یس:79-78)

اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں اللہ تعالی مجھے اور آپ کو آخرت پر صحیح طریقہ سے نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقہ کے مطابق ایمان لانے والا بنائے۔ آمین

نوٹ: اگر آپ اس بیان کو ویڈیو کی شکل میں سننا اور دیکھنا چاہتے ہیں تو برائے مہربانی اس لنک پر کلک کریں

https://www.youtube.com/watch?v=zjQBvWbXi3g&feature=youtu.be

کائنات کا آغاز اور انجام

تمہید

سب سے پہلے اللہ سبحانہ وتعالی نے کس چیز کو پیدا کیا؟

چھ یوم میں پیدا کرنے سے کیا مراد ہے؟

آدم علیہ السلام کی تخلیق

آدم علیہ السلام اور حوا علیہ السلام کا جنت میں رہنا

مقام روحاء میں روحوں کا جمع ہونا

نسل انسانی کا بڑھنا

قبر کے مراحل اور وہاں کے سوالات حل کرنے کا طریقہ

مرنے کے بعد روحیں کہاں جاتی ہیں؟

قیامت کے دس مراحل

پہلا مرحلہ: صور کا پھونکنا

دوسرا مرحلہ: میدان حشر میں لوگوں کا جمع ہونا

تیسرا مرحلہ: شفاعت عظمی (سفارش)

چوتھا مرحلہ: حساب وکتاب

پانچواں مرحلہ: ترازو کا قیام اور اعمال کا تولا جانا

چھٹا مرحلہ: حوض کوثر یا نہر کوثر

ساتواں مرحلہ: اندھیرے کا چھا جانا

آٹھواں مرحلہ: پل صراط پر سے گزرنا

نواں مرحلہ: لوگوں کے دلوں سے غل کا نکالنا

دسواں مرحلہ: جنت میں داخل ہونا

تمہید

کائنات کی تخلیق میں اور اللہ تعالی کی قدرت میں غور فکر کرنے سے اللہ پر ہمار اایمان ویقین مضبوط اور پختہ ہوتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمیں اس کا حکم بھی دیا ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

" قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ"

ترجمہ: ”کہ تم زمین میں چلو اور پھرو اور دیکھو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پہلی بار مخلوق کو کیسے پیدا کیا؟ پھر اللہ ہی اسے دوسری بار پیدا کرے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“(سورۃ العنکبوت:20)

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں "کتاب بدء الخلق" کے تحت اس موضوع پر کئی احادیث لائے ہیں، جو نہایت مفید اور سند امستند ترین بھی ہیں، ان میں سے چند یہاں رقم کرنا چاہوں گا:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں بدء الخلق یعنی کائنات کے آغاز کے بارے میں جہاں پر بھی ذکر کیا ہے، اس

تمام موضوع کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بعث بعد الموت کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ "

ترجمہ: ”بیشک آپ کے رب کی پکڑ نہایت سخت ہے۔ بیشک وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔“ (سورۃ البروج:13-12)

اس طرح کی دوسری آیات پر بھی آپ کو غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالی نے انسان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا اسی طرح مرنے کے بعد دوبارہ زندہ بھی کرے گا، امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ:

" جَاءَ أُبي بْنُ خَلَفٍ [لَعَنَهُ اللَّهُ] إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَفِي يَدِهِ عَظْمٌ رَمِيمٌ وَهُوَ يُفَتِّتُه وَيُذْرِيهِ فِي الْهَوَاءِ، وَهُوَ يَقُولُ: يَا مُحَمَّدُ، أَتَزْعُمُ

أَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ هَذَا؟ فَقَالَ: "نَعَمْ، يُمِيتُكَ اللَّهُ تَعَالَى ثُمَّ يَبْعَثُكَ، ثُمَّ يَحْشُرُكَ إِلَى النَّارِ". وَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَاتُ مِنْ آخِرِ "يس": {أَوَلَمْ يَرَ الإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ} إِلَى آخِرِهِنَّ "

ترجمہ: ”ابی بن خلف نے ایک قبر کو کھودا اور اس میں سے ایک مردے کی بوسیدہ ہڈی نکالی اور نبی اکرم ﷺ کے پاس لے آیا اور اپنے ہاتھوں سے اس ہڈی کو ریزہ ریزہ کرتے ہوئے کہا کہ اے محمد! یہ ہڈی جو بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو گئی ہے کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ دوبارہ زندہ کرے گا ؟۔تو اس جیسی انسانوں کی سوچ پر تفہیمانہ ضرب لگاتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورہ یس کی یہ آیات نازل فرمائیں:

"وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَن يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ"

ترجمہ: ”یہ ابن آدم ہمیں مثالیں دے رہا ہے اور اپنی تخلیق کو بھول گیا ہے، وہ کہتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہڈی کیسے زندہ کر سکتا ہے، جبکہ وہ ریزہ ریزہ ہو چکی ہے، اے نبی اکرم ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجیے کہ جس نے پہلی مرتبہ ان کو پیدا کیا اور بنایا وہی رب ان کو دوبارہ زندہ بھی کرے گا، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر ایک مخلوق کے بارے میں بخوبی جانتے ہیں۔“(تفسیر ابن کثیر سورۃ یس:79-78)

ان آیات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتا ہے کہ یہ انسان ہمیں مثالیں دیتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول گیا ہے، جب انسان کا وجود تھا ہی نہیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو پیدا کیا تو پھر دوبارہ اسے زندہ کرنے میں اس کے لیے کوئی مشکل ہو سکتی ہے؟

پھر آگے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يَخْلُقَ مِثْلَهُم بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ"

ترجمہ: ”وہ اللہ جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ بنادی، پھر یکایک تم اس سے آگ سلگا لیتے ہو۔ کیا وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اس بات پر قادر نہیں کہ وہ ان جیسے انسان پیدا کر دے؟ کیوں نہیں وہی تو سب کچھ پیدا کرنے والا اور خوب جاننے والا ہے۔ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو صرف اس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ وہ اس سے کہتا ہے: ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے چنانچہ پاک ہے وہ اللہ جس کے ہاتھ

میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔"(سورۃ یس:82-80)

ان آیات میں اللہ سبحانہ وتعالی فرمارہے ہیں کہ اے لوگو! کیا تم اس اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر سوالات کھڑے کررہے ہو جس نے ہرے بھرے درخت بنائے، جن سے تم اپنی ضروریات کے لیے آگ جلاتے ہو، تھوڑا سا یہ تصور کرو اور آگ کو اپنی زندگی سے غائب کرکے دیکھو پھر تم کو معلوم ہوگا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کتنی عظیم نعمت سے تم محروم ہو، تمہیں روزانہ مزے دار کھانے نہیں ملیں گے، اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالی خلاق اور علیم ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ "جب وہ کسی چیز سے کہتا ہے کہ ہو جا تو بس وہ ہو جاتی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے اور تم اس کی پاکی بیان کرو، کیونکہ ساری کائنات کی طاقت اس رب العالمین کے ہاتھوں میں ہے، اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

سب سے پہلے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کس چیز کو پیدا کیا؟

عموماجب ہم کائنات کی تخلیق پر بات کرتے ہیں تو یہ سوال ہمارے ذہنوں میں ضرور آتا ہے کہ سب سے پہلے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کس چیز کو پیدا کیا؟ 1۔ قلم۔2۔ عرش۔3۔ پانی۔

اس سلسلہ میں علماء کرام کے تین اقوال ہیں:

پہلا قول: سب سے پہلے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قلم کو بنایا ہے۔ یہ امام طبری رحمہ اللہ اور امام ابن جوزی رحمہ اللہ کا قول ہے ۔ان کی دلیل وہ حدیث ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

" إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ، فَقَالَ لَهُ: اكْتُبْ قَالَ: رَبِّ وَمَاذَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: اكْتُبْ مَقَادِيرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ "

ترجمہ: ”بے شک اللہ تعالی نے سب پہلے قلم کو پیدا کیا پھر اس سے کہا: لکھ۔ قلم نے کہا کہ اے میرے رب! میں کیا لکھوں

؟اللہ تعالی نے فرمایا: قیامت تک آنے والی ہر چیز کی تقدیر لکھ دے۔"(سنن أبو داؤد:4700)

دوسرا قول:سب سے پہلے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پانی کو پیدا کیا۔ یہ قول عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ کا ہے۔انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا:

عَنْ أَبِي رَزِينٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيْنَ كَانَ رَبُّنَا قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ خَلْقَهُ؟ قَالَ: «كَانَ فِي عَمَاءٍ مَا تَحْتَهُ هَوَاءٌ وَمَا فَوْقَهُ هَوَاءٌ، وَخَلَقَ عَرْشَهُ عَلَى المَاءِ»

ترجمہ: "حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ تعالی مخلوقات کو پیدا کرنے سے قبل کہاں تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی بادلوں میں تھا جس کے اوپر

اور نیچے خلا تھا اور اللہ تعالی اپنے عرش کو پانی پر بنا چکا تھا۔"

(سنن ترمذی:3109)

لیکن یہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہے صحیح Authentic نہیں ہے چونکہ وہ حدیث امام ابن حجر رحمہ اللہ کے پاس صحیح ہے تو انھوں نے بیان کر دی ہے لیکن شیخ البانی رحمہ اللہ اور اسی طریقے سے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام بن قیم رحمہ اللہ کے پاس یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

تیسرا قول: سب سے پہلے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا یہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام ابن قیم رحمہ اللہ کا قول ہے۔ ان لوگوں کی دلیل مسلم کی وہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"كَتَبَ اللهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، قَالَ: وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ "

ترجمہ: ”اللہ تعالی نے مخلوقات کی تقدیر زمین وآسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار قبل ہی لکھ دیا اور آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت اللہ تعالی کا عرش پانی پر تھا۔“ (صحیح مسلم:2653)

انہوں نے پہلے قول کا یہ جواب دیا کہ لفظ اول یہاں نسبتی RELATIVE TERM معنی دیتا ہے، یعنی قلم پیدا ہونے سے لے کر قیامت تک کی چیزوں میں پہلے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اس سے پہلے کوئی اور چیز نہیں تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالی نبی اکرم ﷺ کے زبانی ارشاد فرمایا کہ:

"قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ"

ترجمہ: ”آپ کہہ دیجیے کہ بیشک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اسی کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے

اور مجھے حکم دیا گیا ہے میں سب سے پہلا مسلمان بنوں۔" (سورۃ الزمر:39/12-11)

اس آیت میں آپ ﷺ کے متعلق ہے کہ "میں سب سے پہلا مسلمان ہوں "لیکن ہم جانتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سب سے پہلے مسلمان تھے اور نبی اکرم ﷺ سے پہلے جتنے بھی انبیاء گزرے ہیں سب کے سب مسلمان تھے، پھر نبی اکرم ﷺ نے جو اپنے بارے میں کہا کہ "میں پہلا مسلمان ہوں" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس امت محمدیہ میں نبی اکرم ﷺ سب سے پہلے مسلمان ہیں۔

اسی طرح آپ کہتے ہیں کہ فلاں کلاس میں وہ فرسٹ آیا ہے، یا پھر فلاں بورڈ اگزامس میں اس کو اول مقام ملا، تو اس طالب علم کی اول آنے کی بات اس وقت کے احوال CURRENT SITUATION میں کی جارہی ہے حالانکہ اس طالب علم سے پہلے بہت سارے طلبہ فرسٹ یا اول آچکے ہیں۔

بالکل اسی طرح وہ حدیث جس میں پانی پہلے پیدا کیے جانے کا ذکر ہے تو اس حدیث کو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

سعودی عرب کے سارے علمائے کرام نے امام بن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام ابن قیم رحمہ اللہ کی بات کو راجح قرار دیا ہے۔ لیکن ہم کہیں گے کہ عرش اور پانی دونوں اوائل میں سے ہیں۔

تو اس طرح اگر آپ قلم، عرش اور پانی کے بارے میں بات کریں گے تو پہلے عرش اور پانی پیدا کیا گیا ہے لیکن اگر آپ عرش اور پانی کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں تو پھر ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بات کو ترجیح دی جائے گی، غرض کائنات کی تخلیق کا آغاز کچھ اس طرح ہوا کہ پہلے عرش اور پانی پھر قلم کو پیدا کیا گیا اس کے بعد پچاس ہزار سال کا ایک لمبا وقفہ ہوا، پھر اس وقفے کے بعد آسمان اور زمین کو مختلف مراحل میں بنایا گیا۔

پانی، عرش اور قلم کو بنانے کے ایک لمبے وقفے کے بعد آسمان وزمین اور دیگر مخلوقات کا پیدا کرنا:

آسمان اور زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے ساری تقدیروں کو لکھ دیا گیا تھا، ذرا غور کریں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ انسان کے لیے کتنا اہتمام کررہے ہیں کہ ابھی آدم علیہ السلام بھی پیدا نہیں ہوئے اور آپ کی اولاد بھی اس دنیا میں نہیں آئی لیکن پھر بھی سارے لوگوں کی تقدیریں لکھ دی گئیں۔ پھر اس کے بعد آسمان اور زمین بنایا جارہا ہے اس کے بعد اس زمین کو سجایا جارہا ہے، پھر اس کے بعد آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد یعنی انسانیت کو رہنے کے لیے زمین پر بھیجا جارہا ہے لیکن ہمیں شرم نہیں آتی کہ ہم اس عظیم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ ادنی اور حقیر مخلوق شریک کر بیٹھتے ہیں ، جس نے ہمارے لیے آسمان اور زمین کو بڑے اہتمام کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اور جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آسمان اور

زمین کو بنانے کا فیصلہ کیا تو اس کی مدت چھے رکھی ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ"

ترجمہ: ”بے شک تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش پر مستوی ہو گیا، وہ دن کو رات سے ڈھانپتا ہے اور رات جلدی سے دن کو آلیتی ہے اور اس نے سورج چاند اور تارے اس طرح پیدا کیے کہ وہ سب اس اللہ کے پابند کر دئے گئے ہیں، آگاہ رہو! پیدا کرنا اور حکم صادر کرنا اسی کے لیے روا ہے، اللہ رب العالمین بہت بابرکت ہے۔“(سورۃ الاعراف:54)

اس آیت کریمہ میں ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے" آسمانوں اور زمین کو چھ یوم میں پیدا کیا"لہذا چھے یوم سے کیا مراد ہے؟ چھے دن یا چھے رات ؟اس کا جواب یہ ہے کہ اس چھ سے نہ چھ دن مراد ہے اور نہ ہی چھ رات۔

اگر آپ اردو میں دن کا معنی کرتے ہیں تو آپ پھنس جائیں گے، انجیل bible والے اپنی زبان میں Six" "days کا ترجمہ کرکے پھنس چکے ہیں کیونکہ ان لوگوں پر مستشرقین Orientalists نے حملہ کردیا اور کہا کہ سائنٹیفک اعتبار سے یہ غلط ہے کیونکہ جب سورج اور چاند تھاہی نہیں تو یہ رات اور دن کی مقدار کیسے معلوم کی جاسکتی تھی؟!!!اور درخت کیسے آگئے

آیئے دیکھتے ہیں کہ علماء کرام کیا فرماتے ہیں:

علامہ البانی کا جواب:

اس کا جواب دیتے ہوئے شیخ البانی رحمہ اللہ نے کہا کہ چھے دن نہیں بلکہ **چھے یوم** کہا جائے، کیونکہ یوم سے مراد ہر جگہ چوبیس گھنٹے والا دن مراد نہیں ہوتا ہے اور اسی طرح انگلش میں بھی جب ترجمہ کیا جائے تو سِکس یوم Six Yaoum کہا جائے گا، اور یوم کا معنی مدت اور ڈیوریشن Duration کا ہوتا ہے، تو یوم کے معنی الگ الگ ہوتے ہیں اور یہ معنی بولنے والے پر انحصار کرے گا کہ وہ بولنے والا یوم سے کیا مراد لے رہا ہے؟ اور اس کی ایک بہت مضبوط مثال اور دلیل یہ ہے کہ جب دنیا میں دجال کا ظہور ہوگا تو نبی اکرم ﷺ نے اس وقت کے بارے میں پیشن گوئی کی ہے کہ "**وہ اس دنیا میں چالیس یوم ٹھہرے گا**" پہلا یوم پورے ایک سال کے برابر ہوگا، دوسرا یوم ایک مہینہ کے برابر ہوگا اور تیسرا یوم ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور چوتھے یوم سے بقیہ ایام عام دنوں کے برابر ہوں گے۔ تو اس سے

معلوم ہوا کہ "یوم" کا معنی بولنے والے کے حساب سے بدلتا رہتا ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس لفظِ "یوم" سے کتنی مدت مراد لینا چاہتے ہیں وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں، ہم یہ کہیں گے کہ صرف اور صرف چھے دنوں میں نہیں بلکہ چھے یوم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس زمین اور آسمان کو پیدا کیا۔

بہر کیف آج مستشرقین Orientalists اسلام پر اعتراض کرنے اور اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے، ہمارے نوجوانوں کو اسلام سے دور کرنے کے لیے تاک میں بیٹھے ہیں اور میں اکثر یہ کوشش کرتا ہوں کہ ان بیانات کے ذریعہ ان کے باطل کونسپٹ کو توڑ کر رکھ دوں، تاکہ ہمارے نوجوان بچے خواہ وہ کالج میں پڑھنے والے ہوں یا آفس میں جاب کرنے والے، یا کمپنیوں میں کام کرنے والے ان کے جال میں نہ پھنسے اور اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ آپ بھی تیاری کریں اور اس تیاری کے لیے روزانہ قرآن،

صحیح احادیث اور ابن تیمیہ وابن قیم رحمہا اللہ کی کتابوں کا مطالعہ کریں ہم دشمنان اسلام کی ساری سازشوں سے محفوظ رہیں گے۔ان شاء اللہ

ایک شبہ اور اس کا ازالہ: زمین کو پہلے بنایا گیا (یا) آسمان کو؟:

قرآن وحدیث سے ہمیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ چھ یوم میں زمین وآسمان دونوں کو بنایا گیا، وہ اس طرح کہ پہلے دو یوم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا کیونکہ جب بیس رہے گا تو بعد میں چھت آئے گی اور اس کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دو یوم میں آسمان بنایا، پھر اس کے بعد کے دو یوم میں زمین کو سجایا۔

یہاں ایک بات یہ بھی ذہن میں رہے کہ بنانے اور سجانے میں فرق ہے وہ یہ ہے کہ کوئی بھی چیز پہلے بنتی اور اس کے بعد سجتی ہے، سجنے میں زیادہ وقت لگتا ہے۔ابن عباس

رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ کیا قرآن مجید میں اختلاف ہے ؟ کیونکہ کہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کہا کہ زمین پہلے بنائی ہے اور کہیں پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کہا کہ "وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا "''یعنی آسمان کو بنانے کے بعد زمین کو ہموار کیا گیا ہے'' اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پہلے دو یوم میں زمین کو بنایا، پھر اس کے بعد دو یوم میں آسمان بنایا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :"هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ " ترجمہ:''وہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں تمہارے لیے پیدا کیں پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا تو ان کو ٹھیک سات آسمان بنایا۔'' (سورۃ البقرۃ:29)اس کے بعد پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دو یوم میں زمین کو سجایا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:" وَالْأَرْضَ

بَعْدَ ذٰلِكَ دَحَاهَا" ترجمہ: ”اس کے بعد زمین کو پھیلایا۔“**(سورۃ النازعات:30)**

اس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دو یوم میں زمین کو بنایا، پھر دو یوم میں آسمان کو بنایا اور پھر دو یوم میں اس کو سجایا۔ بنانے اور سجانے میں بہت زیادہ فرق ہے کیونکہ آج جو یہ مسجد بنی ہوئی ہے اس کو میں بچپن سے دیکھا کرتا تھا، لیکن اُس وقت یہ صرف سادی بنی ہوئی تھی لیکن ابھی یہ مکمل سجی ہوئی ہے، کیونکہ اب یہاں پر اے سی اور مختلف مقامات پر فیان لگے ہوئے ہیں، تو معلوم ہوا ہے کہ مسجد پہلے ہی سے بنی ہوئی ہے لیکن بعد میں اس کو سجایا گیا ہے، بنانے اور سجانے میں کافی فرق ہے، اس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ پہلے زمین کو "بناھا" یعنی اس کو بنایا اور بعد میں "**دَحَاهَا**" یعنی سنوارا ہے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ جب دوسرے دو یوم میں آسمان کو بنایا گیا تو اس بنانے میں سارے کا سارا نظام شمسی Solar

system آگیا ہے اور جو بائبل پر اعتراض تھا وہ اسلام پر یا قرآن پر ہو نہیں سکتا، کیونکہ تمام سورج، چاند، ستارے سیارے سب کے سب اس آسمان کے بنانے میں شامل ہو گئے ہیں، بلکہ نئی تحقیق کے مطابق پورے خلاءSpace کے اندر سو بلین گیالگسیزGalaxies موجود ہیں، اور ایک گیالگسی Galaxy کے اندر دو سو بلین تارے موجود ہیں، اور ہماری گیالگسیGalaxy کو ملکی وے Milky way کہتے ہیں کیونکہ جب ہماری گیالگسیGalaxy کو ٹیلی اسکوپ سے دیکھا گیا تو ایسا نظر آرہا تھا جیسے کہ پانی میں دودھ ملا دیا گیا ہو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بنائی ہوئی عظیم الشان کائنات ایسی لگتی ہے جیسے بہت بڑے سمندر میں چھوٹی چھوٹی کشتیاں تیر رہی ہوں۔ خلاءSpace میں بے شمار گیالگسیزGalaxies تیر رہی ہیں، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کہا کہ: "وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ" ترجمہ: ”اور ہم نے آسمان کو قوت کے ساتھ

پیدا کیا اور بلاشبہ ہم بہت وسعت کرنے والے ہیں۔" (سورۃ الذریات:47)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ ہم آسمان کو ایسے ہی وسیع و عریض کر رہے ہیں، یعنی اس کائنات میں صرف اور صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ایک ہی معاملہ چل رہا ہے وہ ہے "کن فیکون" کہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتا ہے کہ ہو جا! تو وہ ہو جاتی ہے۔ اتنی عظیم الشان تخلیق کرنے والے رب کے ساتھ شرک کرتے ہوئے لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ اس عظیم الشان اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ حقیر جانوروں جیسے چوہوں، کیڑے اور مکوڑوں کو ملا دیتے ہیں، کیا یہ اتنی عظیم ہستی کی شان میں ناقدری نہیں ہے؟ کیوں آج ساری دنیا میں شرک اس طرح رائج ہے؟ وہ اس لیے کہ نہ ہم قرآن مجید کو پڑھتے ہیں اور نہ ہمیں کائنات کی تخلیق اور اس کے آغاز کا علم ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں

شرک جیسی لعنت سے محفوظ فرمائے، بدعتوں سے بچائے اور ہمیں نبی اکرم ﷺ کے راستے پر چلنے والا سچا مسلمان بنادے

۔

ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ:

قرآن مجید میں چھ یوم کا ذکر ہے جبکہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر 2789 میں سات یوم صرف زمینی مخلوقات کی تخلیق کا ذکر ہے، تو کیا ان دونوں میں تضاد ہے؟ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِيَدِي فَقَالَ:" خَلَقَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ، وَخَلَقَ فِيهَا الْجِبَالَ يَوْمَ الْأَحَدِ، وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، وَخَلَقَ الْمَكْرُوهَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ، وَخَلَقَ النُّورَ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ، وَبَثَّ فِيهَا الدَّوَابَّ يَوْمَ الْخَمِيسِ، وَخَلَقَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ "

ترجمہ: ”حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا: اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے دن مٹی کو، اتوار کے دن پہاڑ کو، پیر کے دن درخت کو، منگل کے دن مکروہ کو، بدھ کے دن نور کو، اور جمعرات کے دن چوپائے کو اس میں پھیلا دیا اور جمعہ کے دن عصر کے بعد آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔“

(صحیح مسلم:2789)

قرآن کی آیت اور مسلم کی حدیث کے درمیان علامہ البانی رحمہ اللہ کی تطبیق:

اس کا جواب دیتے ہوئے شیخ البانی رحمہ اللہ نے کہا کہ قرآن مجید کی آیات اور صحیح مسلم کی حدیث دونوں میں کوئی

اختلاف نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید میں چھے ایام کا جو ذکر ہے وہ مکمل کائنات بنانے کے بارے میں ہے اور صحیح مسلم میں سات یوم کا جو ذکر ہے وہ زمین کو سجانے کے سات مراحل ہیں۔ بنانا اور سجانا دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، جیسا کہ آپ کہتے ہیں کہ میں نے فلاں گھر کو دو مہینوں میں بنایا، اور دوسرے گھر کو تین مہینے میں بنایا، تو یہاں پر ایک ہی گھر کے بارے میں بات ہی نہیں ہو رہی ہے بلکہ دو الگ الگ گھروں کے بارے میں بات ہو رہی ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ زمین کو سجانے کے بھی سات مرحلے ہیں:

1۔ سب پہلے اس زمین پر تربت بنائی ہے اور یہ مٹی ہے جو زرخیز پودوں کو اگانے والی تھی۔

2۔ دوسرا مرحلہ یہ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے زمین کو ڈھلکنے سے بچانے کے لیے پہاڑ بنائے۔

3۔ تیسرے مرحلے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے درخت بنائے۔

4۔ چوتھے مرحلے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نور کو بنایا ۔ شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہاں نور سے خیر مراد ہے اگر یہاں نور سے سورج مراد لیں گے تو پھر ہم پر مستشرقین Orientalists اعتراض کرسکتے ہیں کہ جب آسمان بن گیا تو اس میں چاند سورج تو پہلے ہی سے بن گئے لہذا سورج کو دوبارہ بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ اور درخت کو سورج سے پہلے کیسے بنایا گیا؟ جبکہ درختوں کے لیے سورج کی روشنی کا ہونا ضروری ہے۔ یہ تصور تو ان کی بائبل میں موجود ہے کیونکہ بائبل میں پہلے درخت کا ذکر آیا پھر بعد میں سورج کا ذکر آیا تو ان پر سائنٹسٹ اعتراض کیے اور کہا کہ ہم بائبل کو نہیں مانیں گے، کیونکہ یہ سائنٹفک حقائق کے خلاف ہے، اس کی وجہ سے یورپ اور امریکہ کے کئی لوگوں نے بائبل کو چھوڑ دیا۔

5۔پانچواں مرحلہ میں مکروہ بنایا اوراس سے مراد شر ہے۔

6۔چھٹے مرحلے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جانوروں کو بنایا، ہر قسم کے جانور چاہے وہ سمندر کے ہوں یا خشکی کے ہوں۔

7۔اور ساتویں مرحلے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔

آج کی سائنس بھی زمین وآسمان کی تخلیق کی بالکل یہی ترتیب بتاتی ہے۔ہمارے پاس کوئی پرابلم نہیں ہے ساری کی ساری پرابلم بائبل میں ہے نہ قرآن مجید میں کوئی پرابلم ہے اورنہ صحیح احادیث میں ہے۔

الحمدللہ، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو چیز بیان فرمائی ہے وہ سارا کا سارا حق ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کہا:

" ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ "

ترجمہ: ”یہ وہ کتاب ہے جس میں شک کی زرہ برابر بھی گنجائش نہیں ہے اور یہ ان لوگوں کے لیے ہدایت کا سامان ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔“(سورۃ البقرۃ:3-2)

شیخ البانی رحمہ اللہ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ جزائے خیر دے کہ انہوں قرآن اور صحیح مسلم کی اس روایت میں بڑی اچھی تطبیق دی ہے جبکہ بعض لوگوں نے جلد بازی میں آکر انکار کر دیا، کیونکہ قرآن چھے یوم کہتا ہے لیکن حدیث سات کہتی ہے۔

آدم علیہ السلام کی تخلیق:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کی پیدائش کو کئی مراحل سے گزارا، آدم علیہ السلام کی پیدائش کی ابتدا تراب سے کی، پھر اس میں پانی ملایا گیا، پھر وہ طین بنی

، پھر وہ حماء مسنون بنی، پھر وہ سوکھ کر صلصال بنی، اس کے بعد اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کے پتلے میں روح پھونکی، جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ:«لَمَّا صَوَّرَ اللهُ آدَمَ فِي الْجَنَّةِ تَرَكَهُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَتْرُكَهُ، فَجَعَلَ إِبْلِيسُ يُطِيفُ بِهِ، يَنْظُرُ مَا هُوَ، فَلَمَّا رَآهُ أَجْوَفَ عَرَفَ أَنَّهُ خُلِقَ خَلْقًا لَا يَتَمَالَكُ»

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کا پتلا (body) بنایا تو اسے جتنی مدت چاہا چھوڑ دیا، پھر شیطان اس کے اطراف گھومنے اور اسے دیکھنے لگا، جب اس پتلے کو خالی پایا تو وہ پہچان لیا اسے ایسا پیدا کیا گیا ہے کہ اسے اپنے آپ پر قدرت نہیں ہے۔“

(صحیح مسلم: 2611)

اسی طرح اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کی تخلیق میں ساری زمین کی مٹی شامل کی ہے، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ انسانوں کے رنگ، ان کی طبیعتیں ، مٹی کے اعتبار سے الگ الگ ہیں ،جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:«إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيعِ الأَرْضِ، فَجَاءَ بَنُو آدَمَ عَلَى قَدْرِ الأَرْضِ، فَجَاءَ مِنْهُمُ الأَحْمَرُ وَالأَبْيَضُ وَالأَسْوَدُ وَبَيْنَ ذَلِكَ، وَالسَّهْلُ وَالحَزْنُ وَالخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ»

ترجمہ:”ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے پتلے کو زمین کے الگ الگ حصوں کی مٹی سے بنایا ہے۔ (اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ) بنو آدم مٹی کے اعتبار سے الگ الگ پیدا ہوتے ہیں، ان میں کوئی لال ہے، کوئی گورا ہے

،کوئی کالا ہے، کوئی سانولا ہے ، کوئی نرم مزاج اور کوئی گرم مزاج ہے، کوئی برا ہے اور کوئی اچھا ہے۔" (سنن ترمذی: 2955)

آدم علیہ السلام کی جسامت:

آدم علیہ السلام کی لمبائی ساٹھ گز (147 میٹر) ہے اور چوڑائی ایک گز (75 سینٹی میٹر) ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ وَطُولُهُ سِتُّونَ ذِرَاعًا"

ترجمہ: "حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی لمبائی ساٹھ گز ہے۔" (صحیح بخاری: 3326)

جب یہ جثہ بن کر تیار ہو گیا تو اس میں روح پھونکنے کا موقع آیا، روح کی تفصیلات جاننے کے لیے ہمیں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب " الاحتجاج بالقدر" اور امام بخاری کی کتاب "بدأ الخلق" پڑھنا چاہیے، اس سے ہمیں کافی معلومات ملیں گی۔

غرض اینکہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے روح پھونکنے کا ارادہ کیا تو اس وقت آدم علیہ السلام صرف ایک بے جان جثہ تھے اور آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے پہلے فرشتے موجود تھے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ذکر کیا ہے:

" وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ"

ترجمہ: ”اور یاد کرو اس وقت کو جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا: بیشک میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں، انہوں نے کہا: کیا تو زمین میں اس کو بنائے گا جو اس میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا؟!!!اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح اور پاکی بیان کرتے ہیں، اللہ نے کہا: میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔“

(سورۃ البقرۃ:30)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں (یہاں پر خلیفہ کا وہ معنی دنیوی لیڈر یا بادشاہ نہیں ہے، بلکہ نسل کو آگے لے کر چلنے والا مراد ہے، فرشتوں میں کوئی نسل یا جنریشن Generation نہیں ہے، لیکن انسان کو اس طرح بنایا گیا کہ اس کی جنریشن Generation آگے بڑھتی چلی جاتی ہے۔اسی طرح ایک جنریشن Generation دوسری جنریشن Generation

کے بعد ختم ہو جاتی ہے، ایک نسل ختم تو دوسری نسل آتی ہے ، تو اس طرح کی قوم کو خلیفہ کہا جاتا ہے اور عربی میں اس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ "یخلف بعضہ بعضا" ایک دوسرے کا جانشین ہونا۔

بہر کیف جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے جثے میں روح کو پھونکا تو یہ روح جا کر سارے جسم میں دوڑنے لگی اور آخر میں سر کے اندر ٹکرائی جس سے آدم علیہ السلام نے چھینک ماری۔ اس طرح آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور اس کے بعد ان کی پھنسلی کی ہڈی سے حوا علیھا السلام کو پیدا کیا گیا۔

جس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بغیر ماں اور باپ کے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اسی طرح عیسی علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کرنا اللہ تعالی کے لیے کوئی مشکل امر نہیں ہے، عیسائیوں نے کہا کہ بغیر باپ کے کوئی کیوں کر پیدا

ہو سکتا ہے؟ اور انہوں نے یہ ماننا شروع کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بیٹے ہیں جب کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ:

"إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ"

ترجمہ: ”اللہ سبحانہ وتعالی کے نزدیک عیسی علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی طرح ہے اللہ تعالی انہیں مٹی سے پیدا کیا پھر اس سے کہا کہ ہو تو وہ ہو گیا۔“ (سورۃ آل عمران: 59)

لہذا اللہ سبحانہ وتعالیٰ یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مٹی سے بنایا اور کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گیا، عیسائی کہہ رہے ہیں کہ عیسی علیہ السلام کے باپ نہیں ہیں تو وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بیٹے ہو گئے تو پھر آدم علیہ السلام کو کیا کہو گے ان کے تو نہ ماں اور نہ باپ ہیں۔ ان تمام چیزوں

پر غور کرنے کی ضرورت ہے، اور یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا معاملہ "**کُن فَیَکُونُ**" کا ہے یعنی وہ کسی چیز کو کہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے، یہ ساری چیزیں، جیسے عقل، لاجک، منطق، اسباب، ضروریات یہ سب ہمارے لیے ہیں، اسباب وذرائع کے ہم محتاج ہیں، جب کہ اللہ تبارک وتعالی ان سب سے بے نیاز ہے۔

جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے جسم میں روح پھونکی تو آدم علیہ السلام کی نسل کو آگے بڑھانے کے لیے پھر سے روح پھونکنے کا سسٹم نہیں رکھا بلکہ میاں بیوی کے تعلقات ہی نسلِ انسانی کی افزائش وارتقاء کی بنیاد قرار پائی ۔

آدم اور حوا علیہما السلام کا جنت میں رہنا:

الغرض آدم علیہ السلام اور حوا علیھا السلام جنت میں مزے سے رہ رہے تھے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حکم دے رکھا تھا کہ اس درخت کے قریب بھی مت جانا۔ آدم علیہ السلام ایک نیک انسان تھے، اور نبی تھے، اور انبیاء کے بارے میں گناہ کے الفاظ استعمال کرنا بہتر نہیں ہے بلکہ چوک کا لفظ استعمال کرسکتے ہیں، تو آدم علیہ السلام سے چوک ہوئی کہ انھوں نے ممنوعہ درخت کا پھل کھا لیا، لہذا احادیث میں آتا ہے کہ آدم علیہ السلام درختوں میں چھپنے کی کوشش کررہے تھے، درختوں کے پتوں سے اپنے جسم کو چھپانے کی کوشش کررہے تھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کہا کہاں جارہے ہو؟ تو آدم علیہ السلام نے کہا کہ مجھے حیا اور شرم آتی ہے، کیونکہ آدم علیہ السلام سے چوک ہوگئی تھی، اس کے برعکس ابلیس نے جب غلطی کی اور سجدہ نہیں کیا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سوال کیا کہ اے ابلیس تو نے آدم علیہ السلام کو سجدہ

کیوں نہیں کیا؟ تو اس نے اپنی لاجک اور منطق استعمال کی، وہ اپنی غلطی پر نادم نہیں ہوا، بلکہ اس نے کہا کہ انسان مٹی سے بنا ہے اور میں آگ کا بناہوں، یعنی چوک ہونے کے بعد بجائے یہ کہ وہ اپنی غلطی تسلیم کرے اس پر تکبر کیا، اور اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کی، یہی تکبر نے اسے اللہ تعالی سے دور کر دیا، حق کو نہ تسلیم کرنا، اپنی غلطی کو صحیح بتانا، یہ تکبر کی بڑی علامت ہے، جیسا کہ ہمارے معاشرے میں ایسا ہوتا ہے کہ جب کہا جاتا ہے کہ بھائی شادی کے موقع پر جہیز مت لو تو وہ کہتا ہے کہ میں جہیز کہاں لے رہا ہوں میں تو تحفہ قبول کر رہا ہوں، آج ہم کو گناہ کرتے ہوئے شرم اور حیا نہیں آرہی ہے۔

اسی طرح جب کہا جاتا ہے کہ کاروبار میں جھوٹ مت بولو تو لوگ کہتے ہیں کہ بھائی جھوٹ کے بغیر کونسا کاروبار ہوتا ہے؟ ہمیں لازمی طور پر جھوٹ بولنا پڑ جاتا ہے، یہ اس

وقت ہوتا ہے جب ہمارے اندر ساری کی ساری حیا ختم ہو جاتی ہے، جبکہ وہاں پر آدم علیہ السلام کو اپنی چوک پر بے انتہاء حیا آرہی تھی۔

اب ہمیں یہ طے کرلینا ہے کہ ہم کو آدم علیہ السلام جیسا حیاء والا بننا ہے اور اپنی غلطی سے رجوع کرنا ہے یا پھر شیطان کی طرح ہٹ دھرم بننا ہے۔

مقام روحاء میں روحوں کا جمع ہونا:

حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ایک اور واقعہ پیش آیا وہ یہ ہے کہ "نعمان" ایک علاقہ کا نام ہے، جو عرفات کے میدان میں ہے، وہاں پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قیامت تک کے سارے لوگوں کو ایک قسم کے "ذر" کی شکل میں پیش کیا، اب اس ذر کے معنی ہیں چھوٹے چھوٹے کیڑے یا اشکال پھر اس کے بعد اللہ نے سب سے اپنے رب ہونے کا عہد لیا جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے کہ:

" وَاِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِي آدَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ ۛ شَهِدْنَا ۛ أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَـٰذَا غَافِلِينَ"

ترجمہ: ”اور یاد کرو اس وقت کو جب آپ کے رب نے بنی آدم کے پشتوں سے ان کی اولاد نکالا اور انہیں ان کی جانوں پر گواہ بنایا اور پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں ؟ ہم گواہی دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ اس لیے کہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم تو اس بات سے بے خبر تھے۔“(سورہ اعراف:173)

جیسا کہ کلاس میں سب لڑکے کہتے ہیں کہ سب کچھ سمجھ میں آگیا ہے، لیکن جب امتحان ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کون کتنا سمجھے اور کون کتنا نہیں سمجھے ؟ آج انسان اللہ تعالی کے اس سبق کو بھول چکا ہے ،لہذا اسے یاد لانے کے لیے انبیائے کرام اور رسول آئے ،اور نبی کریم ﷺ نے قرآن

کے ذریعہ ہمیں اس سبق کو یاد دلایا، اسی لیے قرآن مجید کا ایک نام ہے "الذکر" یعنی یاد دہانی Reminder یاد دلانے والی کتاب ہے، یعنی جب بندہ شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے تو قرآن مجید اس کو تنبیہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ شرک کے قریب بھی مت جاؤ، بندہ جب بدعات کا ارتکاب کرتا ہے تو قرآن مجید اس کو روکتا ہے اور کہتا ہے کہ ہر چیز میں محمد ﷺ کو فالو کرو، بندہ جب سیدھے راستہ سے ہٹ کر خواہشات کا غلام بن جاتا ہے تو قرآن مجید یاد دلاتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نافرمانیوں کے قریب بھی مت جاؤورنہ جہنم میں جانا پڑے گا غرض بندہ ہر جگہ پر قرآن پڑھ کر اپنے آپ کو اللہ کی نافرمانی سے بچاتا ہے اور سیدھے راستے پر واپس آجاتا ہے۔

روح کی حقیقت:

روح کے بارے میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ انسانوں کو روح کے بارے میں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:" وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا"۔

ترجمہ:"اور وہ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجیے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں تو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔"(سورۃ الاسراء:85)

کیا روح ایک تصوراتی چیز ہے یا کوئی ذات؟

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ میرے پاس تیرہ 13 پروف ہیں جس سے میں ثابت کر سکتا ہوں کہ روح کی ایک ذات ہے، انہی میں سے ایک دلیل انہوں نے یہ دی کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو آنکھ روح کا پیچھا کرتی ہے۔

کیا مرنے سے پہلے بندے کی روح جسم سے نکلتی ہے؟

ہاں مرنے سے پہلے بھی روح جسم سے نکلتی ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

"اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ"

ترجمہ: ”اللہ ہی موت کے وقت جانیں قبض کرتا ہے اور جس کی موت نہیں آئی ہوتی اسے اس کی نیند میں قبض کرتا ہے پھر وہ اس روح کو روک لیتا ہے جس پر اس نے موت کا فیصلہ کر دیا ہو اور دوسری کو ایک وقت مقرر تک واپس بھیج دیتا ہے بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔“(سورۃ زمر:42)

مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرمارہے ہیں کہ سوتے وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ روحوں کو اپنی طرف بلالیتے ہیں، اگر ان کی موت کا وقت نہیں آیا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ دوبارہ روح کو ان کے اپنے جسموں میں بھیج دیتے ہیں، اگر ان کی موت کا وقت آیا تو اللہ سبحانہ وتعالی روح کو روک لیتے ہیں۔

نسل انسانی کا بڑھنا:

آیئے دیکھتے ہیں کہ نسل کیسے آگے بڑھتی ہے، جب بچہ رحم مادر میں ہوتا ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے وہ آکر بچے کے جسم میں روح پھونکتا ہے، اس سے اس بات کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ماں کا مقام کتنا بلند کر دیا ہے؟ اگر ماؤں کا درجہ سمجھنا ہے تو وہ حدیث سنیے جو "الأربعون النووية" میں موجود ہے کہ: انسانی نطفہ 120 دن یا 121 دن جب رحم مادر میں ہوتا ہے (تو امام ابن

قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں ان دونوں تعداد میں تطبیق دیتے ہوئے کہا کہ کسی کے جسم میں اپنے ماں کے پیٹ میں 120 دن میں روح پھونکی جاتی ہے تو کسی کے جسم میں 121 دن میں روح پھونکی جاتی ہے) اور وہاں پر اس انسان کا رزق لکھ دیا جاتا ہے، اس کی موت لکھ دی جاتی ہے، اور اس کے بعد اس کے عمل کے بارے میں بھی لکھ دیا جاتا ہے کہ وہ صالح ہو گا یا کافر ہو گا، اب اس حدیث کو سنتے ہی ایک شک ذہنوں میں آتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب ہمارے اعمال کے بارے لکھ دیا ہے تو ہم مجبور ہیں۔

لیکن معاملہ ایسا نہیں ہے اس میں بتانا مقصود یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عالم الغیب ہیں، مثال کے طور پر 2019 میں ہمارے ساتھ جو بھی ہونے والا ہے وہ ہمیں معلوم نہیں ہے۔ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو تو علم ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمارے بارے میں اڈوانس میں لکھ دیا ہے اس میں کسی پر ظلم یا

زبردستی نہیں کی جارہی ہے، اللہ نے انسان کو دونوں اختیار دیا ہے اچھا بنے یا برا بنے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی سورہ دھر میں ارشاد فرمارہے ہیں کہ: " إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا"

ترجمہ: ”بیشک ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا کیا، ہم اسے آزمانا چاہتے ہیں چنانچہ ہم نے اس کو سننے دیکھنے والا بنادیا، بیشک ہم نے اسے راستہ دکھادیا یا شکر گزار بنے یا ناشکرا۔“(سورۃ الدھر:3-2)

تقدیر کو سمجھنے ایک مثال:

مثال کے طور پر کوئی آدمی گھر سے نکلا لیکن اچانک اوپر سے ایک پتھر آکر اس کے سر پر گر گیا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو تھوڑی پوچھیں گے کہ تیرے سر پر پتھر کیسے گرا؟ میں نے تو تجھ کو یہ سر بطورِ امانت دی تھی، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایسا

ہر گز نہیں پوچھیں گے کیونکہ اس میں بندے کا کوئی اختیار نہیں ہے، لیکن بندہ نے یہ کیا کہ اپنے ہاتھ میں پتھر لے کر اپنے آپ کو یا کسی اور کو مار دیا تو اب اس بندے کو پوچھ ہو گی، دونوں میں فرق یہ ہے کہ ایک میں ارادہ نہیں ہے اور دوسرے میں ارادہ ہے، تو جہاں پر بندے کا ارادہ ہوتا ہے وہیں پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پوچھ ہوتی ہے جہاں بندے کا ارادہ نہیں ہوتا وہاں بندے سے پوچھ نہیں ہو گی۔

روح کیسے نکالی جاتی ہے:

ماں کے پیٹ میں روح پھونکنے کے کچھ دنوں کے بعد بچہ پیدا ہو کر دنیا میں آتا ہے اور دنیوی زندگی گزارتا ہے، اس کے بعد مرنے کے وقت برے آدمی کی روح بڑے بھیانک طریقہ سے نکالی جاتی ہے اور نیک آدمی کی روح بڑی آسانی

کے ساتھ نکالی جاتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

"وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا (1) وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطًا (2) " (سورۃالنازعات:2-1)

ترجمہ: ”قسم ہے ڈوب کر روح نکالنے والے فرشتوں کی۔ اور آسانی سے روح نکالنے والے فرشتوں کی۔“

اور حدیث میں آیا ہے کہ نیک لوگوں کی روح بڑی آسانی کے ساتھ نکل جاتی ہے جیسا کہ بڑا پانی کا مشکیزہ ہے اور جس کا بڑا منہ ہے تو جس طرح اس مشکیزہ سے پانی آسانی کے ساتھ نکل جاتا ہے ویسے ہی اس نیک بندے کی روح اس کے جسم سے بڑی آسانی کے ساتھ نکل جاتی ہے۔ اور اگر کوئی برا آدمی ہو گا تو جیسے ہی اس کی روح فرشتے کو دیکھتی ہے جسم میں ادھر سے ادھر بھاگنے لگتی ہے اور ان فرشتوں کے پاس ایک

لوہے کا اوزار ہو گا جس میں کانٹوں کی طرح لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی ہونگی تو اس کی روح کو نکالنے کے لیے اس اوزار کا استعمال کیا جائے گا۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا: "وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ"

ترجمہ: "کاش آپ ظالموں کو اس حال میں دیکھیں جب وہ موت کی سختیوں میں گرفتار ہوتے ہیں اور فرشتے یہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں آج کے دن تم کو بڑی ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔" (سورۃ الانعام:93)

ایک اور جگہ فرمایا:"فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ"

ترجمہ:"پھر کیا حال ہو گا جب فرشتے ان کو فوت کریں گے ؟ جبکہ وہ ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہوں گے۔"

(سورۃ محمد:27)

لہذا فرشتے ان کو آگے اور پیچھے مارتے ہیں اور یہاں تک کہ جب اس کی روح حلق تک آتی ہے اور اس کے بعد وہاں سے ملک الموت اس کو پکڑ لیتے ہیں اور اس روح کو ایک گندے کپڑے میں ڈال دیا جاتا ہے جس کی بدبو کی کوئی انتہاء ہی نہیں ہے، اس کے بعد اس کو آسمان میں لے جایا جائے گا تو اس کے لیے کوئی بھی آسمان کا دروازہ نہیں کھولے گا، اور اس کو وہیں سے زمین میں پھینک دیا جائے گا۔

کافر کی روح نکالنے کی ایک مثال:

اس کی مثال اس طرح دی گئی ہے کہ جس طرح روئی جب پانی کی وجہ سے کچی ہو جاتی ہے، بالکل اسی طرح روح اس روئی کی طرح ہو جائے گی اور اس کو ان سلاخوں والے اوزار سے کھینچ کھینچ کر نکالا جاتا ہے، پھر بھی وہ نہیں نکلے گی تو اس کو ایک سخت مار مارا جائے گا، جس کی وجہ سے روح کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور جسم کے مختلف اعضاء میں پھیل جائے گی اور صحیح احادیث میں یہ آیا ہے کہ ملک الموت صرف اکیلے نہیں آئیں گے بلکہ ان کے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت ہو گی اور اس جماعت کا کام یہ ہو گا کہ وہ بکھرے ہوئے روح کے ٹکڑوں کو ایک جگہ جمع کریں گے اور اس کو پکڑ کر لے جائیں۔

کافر کے روح نکالنے کی دوسری مثال:

اس کی ایک اور مثال صحیح احادیث میں اس طرح دی گئی ہے کہ جس طرح ایک مخمل کے کپڑے کو کانٹوں پر ڈال کر کھینچا جاتا ہے اس طرح روح کو نکالا جائے گا۔

اس کے بالمقال اچھی روح کو ایک نہایت ہی خوشبو دار کپڑے میں لے جایا جائے گا اور اس کا سلاموں اور دعاؤں اور خوشخبریوں سے استقبال کیا جائے گا اور اس کے بعد اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

اور بری روح جب قبر میں واپس لائی جائے گی تو اس سے سوالات اور جوابات کا Session شروع ہو گا۔ صحیح الترغیب کی روایت کے مطابق (جس کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح Authentic کہا ہے)۔ جس میں ہے کہ قبر میں اس سے چار سوالات پوچھے جائیں گے۔ 1۔ پہلا سوال: تمہارا رب کون ہے؟ ۔2۔ دوسرا سوال: تمہارے پاس نبی کون بنا کر بھیجے

گئے؟۔3۔ تیسرا سوال: تمہارا دین کیا ہے۔4۔ چوتھا سوال: کس نے تمہیں یہ بات بتائی ہے؟

بری روح جواب دے گی کہ ہائے مجھے معلوم نہیں!

جبکہ نیک روح جواب دے گی کہ" قرأت کتاب اللہ" میں نے یہ ساری باتیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کتاب کو پڑھ کر معلوم کی ہیں، لہذا اگر ہم قرآن مجید پڑھیں گے تو معلوم ہو گا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کون ہے؟ نبی اکرم ﷺ کون ہیں؟ اسی طرح دوسرے انبیاء کا تعارف ہو گا اور اسلام کا تعارف بھی ہو گا۔

قبر کے مراحل اوروہاں کے سوالات حل کرنے کا طریقہ:

محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو قبر اور آخرت کے خسارے سے بچنا چاہتا ہے اسے سورۃ العصر میں ذکر کیے گئے چار اعمال پر عمل کرنا ہو گا، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

" وَالْعَصْرِ (1) إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ (2) إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ(3)

ترجمہ: ”زمانے کی قسم، بے شک انسان خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور ایک دوسرے کو حق کی اور صبر کی تلقین کی۔“ (سورۃ العصر:3-1)

یعنی تمام کے تمام انسان خسارے میں ہیں، سوائے وہ لوگ جو یہ چار کام کریں : ۔1۔پہلا کام: ایمان ۔2۔

دوسرا: عمل صالح ۔3۔ تیسرا: دعوت و اصلاح ۔4۔ چوتھا: صبر۔

اس پر باقاعدہ "الأصول الثلاثة" نامی کتاب لکھی ہے، اس کا مطلب ہے تین بنیادی اصول "three Fundamentals of Islam". ہم اگر یہ سمجھیں گے کہ بھائی آسان سوالات ہیں رٹ لیں گے اور من چاہی زندگی گذاریں گے اور رٹے ہوئے سوالات کے جوابات دے دیں گے، یہ ساری سوچیں اور پلاننگ بیکار اور رائیگاں ہو گی کیونکہ جب قبر کی پہلی رات ہو گی، وہاں اندھیرا ہو گا، تنہائی ہو گی سارے رشتہ دار، دوست احباب اور چاہنے والے مٹی ڈال کر جا چکے ہوں گے تو وہ جب جاگے تو اس ماحول سے کافی دہشت زدہ ہو جائے گا اور اندھیرے میں اپنی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایک طرف دیکھے گا تو اس کو ایک نیلے رنگ کی ہلکی روشنی نظر آئے گی، اور اسی روشنی سے ایک فرشتہ نمودار ہو گا، اور اس

کی شکل بڑی ڈراؤنی اور بھیانک ہو گی اس کے دانت باہر نکلے ہوئے جانوروں کی سینگوں کے مانند ہوں گے، اور اس دانت سے زمین کو کھرچتے ہوئے آئے گا اور آکر کہے گا کہ "من ربک؟" کہ تیرا رب کون ہے؟ تو اگر آدمی نیک، ساری زندگی اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور نبی اکرم ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقے پر چلنے والا، شرک وبدعات سے گریز کرنے والا ہو گا تو اس مشکل گھڑی سے بچ جائے گا اور صحیح صحیح جواب دے گا۔

اس کے بالمقابل اگر برا آدمی ہو گا تو وہ فرشتے کو دیکھ کر ہی ڈر جائے گا اور وہ ایک بھی جواب نہیں دے پائے گا ۔الغرض نیک روح کا انجام بھی نیک اور بہت ہی بہترین ہو گا اور بری روح کا انجام بہت برا اور بھیانک ہو گا، جس کو سنتے ہی ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

مرنے کے بعد روحیں کہاں جاتی ہیں؟

اب ایک سوال یہ بھی ہے کہ مرنے کے بعد یہ روحیں کہاں چلی جاتی ہیں ؟ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ قبر میں سارے کا سارا جسم گل سڑ جاتا ہے اور چند دنوں کے بعد تو کچھ بھی نہیں بچتا ہے۔ تو اس کا جواب سورہ مومنون، سورہ نمبر 23 کی آیت نمبر 100 میں موجود ہے جہاں پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

"وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ"

ترجمہ: "اور اس کے آگے برزخ ہے اس دن تک جب وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔"

تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ روحیں مرنے کے بعد برزخ میں چلی جاتی ہیں، جو قرضہ رکھ کر مر گیا تو ان کی روحیں جنت کے دروازے کے پاس پڑی رہیں گی، ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہو گا، اور جو بدکاری اور فحاشی میں ملوث ہو گا ان لوگوں کی روحیں کو ایک آگ کے تنور میں سلاخوں سے پرو

کر لٹکا دیا جائے گا، جیسا کہ آج سیخ کباب یا چکن تندوری کے لیے گوشت کو سلاخوں میں پرو کر لٹکایا جاتا ہے اور جو سود کھانے والے ہیں ان کو خون کے سمندر میں پھینک دیا جائے گا

۔

اور جو لوگ دنیا میں ہمیشہ جھوٹ بولتے تھے ان کے منہ سے زبان اور ان کی ناک کھینچ کر گدی پر چپکا دی جائے گی ، اور ان کی آنکھیں کھینچ کر گدی پر ٹانگ دی جائے گی، نماز کو چھوڑ کر سونے والوں کے لیے ایک فرشتہ مقرر کر دیا جائے گا ، اور اس فرشتے کے ہاتھ میں ایک بڑا سا پتھر ہو گا اور وہ اس بے نمازی کے سر کو مارے گا، تو ایک گیند کی طرح پتھر اس کے چہرے اور سر کو بری طرح کچل کر دور جا گرے گا، جب تک فرشتہ اس پتھر کو لینے جائے گا اس وقت تک اس کے سر کو پھر سے صحیح سالم کر دیا جائے گا اور فرشتہ پھر اس کو مارے گا

،یہی سلسلہ چلتا رہے گا اور چغل خوری کرنے اور غیبت کرنے والے کو بھی قبر میں ہی بڑے بڑے عذابات ہوں گے۔

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ دو قبروں پر سے گزرے اور ان کے بارے میں کہا کہ ان دو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے اور پھر فرمایا کہ انہیں دو معمولی چیزوں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے ۔ ان میں کی ایک قبر والا غیبت اور چغل خوری کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کے قطرات سے نہیں بچتا تھا۔

امام ذھبی رحمہ اللہ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "الکبائر" ہے اور اس کتاب کے شروع میں انھوں نے لکھا ہے کہ ہر کبیرہ گناہ قبر کے عذاب کا ذریعہ بن جاتا ہے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس طرح کے بڑے بڑے گناہوں سے حفاظت فرمائے۔

غرض یہ کہ انسان کے مرنے کے بعد ان کے اعمال کے مطابق روحیں وہاں پر چلی جاتی ہیں ،انبیاء کی روحیں "ملأ

أعلی" میں ہونگی، یہ ملأالاعلیٰ آسمان میں ایک جگہ ہے، نیک لوگ جو شہید ہوں گے ان کی روحیں ہرے پرندوں میں منتقل ہوں گی، اور یہ پرندے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عرش کے نیچے ایک باغ ہے اس باغ میں پھل کھارہے ہوں گے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعاہے کہ ہمارا شمار ان نیک لوگوں میں کرے آمین۔

قیامت کے دس مراحل:

انسانوں کی روحیں مرنے کے بعد اپنے اعمال کے مطابق اپنی اپنی جگہ پر ہوں گی، جب قیامت قائم ہوگی اس وقت انسانوں کو دس مراحل سے گزرنا ہوگا، مراحل کی یہ تقسیم ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ہے۔

1۔پہلا مرحلہ : صور پھونکنا :- اس کو" نَفخَۃٌ" کہاجاتاہے:

نفخہ اور اس کے اقسام: قرآن مجید میں اس نفخہ کی تین قسمیں بیان کی گئیں ہیں:

1۔ نَفخَۃُ الصَعِق

2۔ نَفخَۃُ الفَزِع

3۔ نَفخَۃُ البَعث

جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:"وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَن شَاءَ اللَّهُ ۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ"

ترجمہ:"اور صور رمیں پھونکا جائے گا تو جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے بے ہوش ہو جائے گا سوائے اس کے جسے اللہ چاہے، پھر اس میں دوسری بار پھونکا جائے گا وہ یکایک کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔" (سورۃ الزمر: 68)

اس آیت میں "نَفخَۃُ الصَعِق" اور "نَفخَۃُ البَعث" کا ذکر کیا گیا ہے۔

اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "وَيَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَن شَاءَ اللَّهُ وَكُلٌّ أَتَوْهُ دَاخِرِينَ"

ترجمہ: ”اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب گھبرا جائیں گے سوائے اس کے جسے اللہ چاہے اور یہ سب عاجز ہو کر اللہ کے حضور جائیں گے۔“(سورۃ النمل:87)

جبکہ اس آیت میں مزید "نَفخَۃُ الفَزِع" کا ذکر کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ اس صور سے ڈر جائیں گے ۔

نفخات کے تعلق سے اہل علم کا اختلاف:

ان صوروں کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ صور کتنی مرتبہ پھونکا جائے گا؟

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ تین مرتبہ پھونکا جائے گا: پہلا نَفخَۃُ الفَزِع دوسرا نَفخَۃُ الصَعِق اور تیسرا نَفخَۃُ البَعث اور انہوں نے مذکورہ سورۃ النمل کی آیت نمبر 87 سے استدال کیا ہے۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ دو مرتبہ پھونکا جائے گا: پہلا نَفخَۃُ الصَعِق اور دوسرا نَفخَۃُ البَعث اور انہوں نے مذکورہ سورۃ الزمر آیت نمبر 68 سے استدلال کیا اور سورۃ النمل کے آیت 87 کی توجیہ یہ کی ہے کہ یہ صور اتنا لمبا ہو گا کہ اس صور کے پہلے حصے کو "فَزِعَ" اور اس صور کے آخری حصے کو "نَفخَۃُ الصَعِق" کہتے ہیں۔ یعنی ان کے نزدیک نَفخَۃُ الصَعِق اور نَفخَۃُ الفَزع ایک ہی صور ہے اور دوسرا صور "نَفخَۃُ البَعث" ہے۔

غرض یہ کہ جب پہلا صور پھونکا جائے گا تو اس وقت ساری دنیا پر خوف طاری ہو جائے گا اور اس "نَفخَۃُ الفَزِع" کو سب سے پہلے وہ سنے گا جو اپنی اونٹنی کو پانی پلا رہا ہو گا، اور اس صور کی کیفیت کیسی ہو گی اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ تو یہ صور بہت زیادہ لمبا ہو گا اور اس کی لمبائی کا آخری حصہ "نَفخَۃُ الصَعِق" میں تبدیل ہو جائے گا۔ "نَفخَۃُ الصَعِق" کا مطلب جھٹکہ ہے۔ جیسے کہ اگر آپ کو بجلی کا جھٹکہ لگ جائے تو آنا فانا مر جاتے ہیں لہذا اس صور سے اس وقت دنیا میں جو بھی رہیں گے وہ سب کے سب ختم ہو جائیں گے سوائے اس کے جس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ بچالے۔

اہل ایمان و تقوی قیامت کے خوف سے محفوظ رہیں گے:

قیامت کے دن نیکوکار اور اہل تقوی قیامت کی ہولناکیوں سے بے خوف ہونگے اور انہیں معمولی زکام کی طرح تکلیف ہو گی جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے ان نیک بندوں کے بارے میں ارشاد فرمایاہے:

"أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ"

ترجمہ:"جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قریبی ہوتے ہیں ان کو نہ غم پہونچ سکتاہے اور ان کو کوئی خوف ہوتا ہے۔"(سورۃ یونس:62)

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ "مَن كَانَ تَقِيًّا كَانَ لِلهِ وَلِيًّا""جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے سب زیادہ ڈرنے والا ہوتا ہے وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اتنا ہی بڑا ولی ہوتا ہے"۔(مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ جلد نمبر:11)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم کو بھی متقی بنادے آمین۔

اوراسی طریقے سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایاہے کہ اس صور کے پھونکنے کے دوران جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اولیاء ہوں گے ان کو کوئی "فزع اکبر" غمگین نہیں کرے گا، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ هَـٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ "

ترجمہ:''بڑی گھبراہٹ انہیں غمناک نہیں کرے گی اور فرشتے انہیں یہ کہتے ہوئے ملیں گے یہی ہے تمہاراوہ دن جس کا تم سے وعدہ کیاجاتا تھا۔''(سورۃالانبیاء:103)۔

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:"مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا وَهُم مِّن فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ"

ترجمہ: ”جو شخص نیکی لائے گا تو اس کے لیے اس سے بہتر بدلہ ہو گا اور وہ اس دن ہر گھبراہٹ سے بے خوف ہونگے“۔(سوارۃ النمل:89)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اس دن اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم کو امن میں رہنے والا بنادے، آمین۔

لیکن اس کے باوجود ہمیں قیامت کے دن سے مطمئن ہو کر نہیں بیٹھنا چاہیے وہ بڑا خطرناک دن ہو گا۔ کوئی آدمی یہ نہ سمجھے کہ میں اب کلمہ پڑھ لیا ہوں تو میرے لیے یہی کافی ہے، بلکہ شرک اور بدعتوں سے بچنا پڑے گا۔ سارے حرام کام، چغل خوری، غیبت، برائی، بد عملی، بے ایمانی، اور بے عملی اپنی زندگیوں سے نکالنا پڑے گا، تب جا کر اس دن میں امن والے ہو جائیں گے۔

بہر حال یہ ایک پہلا صور جو " نَفخۃُ الفَزِع "اور "نَفخۃُ الصَعِق" کی شکل میں ہو گا جس سے لوگ پہلے مرحلے میں ڈر جائیں گے اور پھر آخری میں بجلی کی طرح سب مر جائیں گے۔

اب ان نفخات کے بعد دوسرا بڑا نفخہ ہو گا جس کو "نَفخۃُ البَعث" کہتے ہیں یا پھر "بعث بعد الموت" کہا جاتا ہے۔

بعث بعد الموت پر کفار مکہ کا اعتراض اوراس کا جواب:

بعث بعد الموت کا مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جائے گا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن مجید میں اس "بعث بعد الموت" کو بار بار ایسے دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے کہ جس کو انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اور کفارِ مکہ نے ہمیشہ سے اس دن کے انکار کو اپنا وطیرہ بنالیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک شخص تھا جس کا نام نضر بن حارث بن کلدہ تھا وہ قبر کھود کر ایک مرتبہ ہڈی نکال لایا اور نبی اکرم ﷺ کے

سامنے مسل کر ریزہ ریزہ کر دیا یعنی بالکل پاؤڈر کی طرح بنا دیا اور کہنے لگا اے محمد ﷺ یہ ہڈی جو ریزہ ریزہ ہو چکی ہے یہ دوبارہ بنائی جائے گی، یہ کیسی بات ہے؟ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کفار کے اعتراض کو ذکر کرتے ہوئے سورہ یٰس میں ارشاد فرمایا:"وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَن يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ"

ترجمہ:"کہ یہ ابن آدم ہمیں مثالیں دے رہا ہے اور اپنی تخلیق کو بھول گیا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہڈی کیسے زندہ کر سکتا ہے جبکہ وہ ریزہ ریزہ ہو چکی ہے۔"(سورۃ یس:78)

پہلا جواب: اللہ تعالی انہیں جواب دیتے ہوئے آگے فرمایا:"قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ "

ترجمہ:"اے نبی اکرم ﷺ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ جس نے پہلی مرتبہ ان کو پیدا کیا اور بنایا وہی رب ان کو

دوبارہ زندہ بھی کرے گا، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر ایک مخلوق کے بارے میں بخوبی جانتے ہیں۔"(سورۃ یس:79)

جب اس کا دنیا میں نام ونشان تھا ہی نہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو پیدا کیا اور اب دنیا میں آگیا۔ جب ایک مرتبہ بن گیا تو دوبارہ بنانے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو کیا مشکل پیش آئے گی؟۔ جب کمپیوٹر ایک مرتبہ بن گیا ہے تو دوبارہ اس کو بنانے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی ہے، جب کوئی بھی چیز ایک مرتبہ ظہور پزیر ہو جاتی ہے تو اس کے دوبارہ لاکھوں نسخے نکل جاتے ہیں، ایک نئی کتاب جب ایک مرتبہ وہ لکھ دی جاتی ہے اس کے لاکھوں نسخے چھپانا کیا مشکل ہے؟ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارا وجود ہی نہیں تھا تو اللہ تعالی نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تو تم کو دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

دوسرا جواب: اللہ کا معاملہ تو ایسا ہے کہ اگر وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ چیز ہو جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: "إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ"

ترجمہ: ”جب کسی چیز کا ارادہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کرتا ہے تو بس کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔“(سورۃ یس:82)

تیسرا جواب: سورہ قیامہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرمایا: "لَاأُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ (1) وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (2) أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَلَّن نَّجْمَعَ عِظَامَهُ (3) بَلَىٰ قَادِرِينَ عَلَىٰ أَن نُّسَوِّيَ بَنَانَهُ(4) "

ترجمہ: ”میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں نفس ملامت گر کی، کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم کبھی اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں کر پائیں گے؟ کیوں نہیں! ہم

ان کے پور پور ٹھیک کرنے پر قادر ہیں۔"(سورۃ القیامۃ:4-1)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس آیت میں کہہ رہے ہیں کہ آدمی کہتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں کر سکیں گے، ہڈیوں کو چھوڑو ہم تو ان کے انگلیوں کے پوروں کو بھی ویسے ہی دوبارہ بنائیں گے جیسے دنیا میں تھے۔

صور کس سے پھونکا جائے گا؟:

اب آیئے جانتے ہیں کہ صور کس کو کہتے ہیں ؟ شیخ عبدالرحمن بن الناصر السعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: صور "قرن" سے پھونکا جائے گا، عربی زبان میں قرن سینگ کو کہا جاتا ہے، اب اس کی کیفیت کیسی ہو گی؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہتر جانتا ہے

لیکن بہت سارے مفسرین اس بات کے قائل ہیں کہ وہ فرشتہ جو صور پھونکنے کے لیے تیار ہے وہ اسرافیل علیہ السلام ہیں۔

صور پھونکنے کی کیفیت کیا ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ: "اے نبی اکرم ﷺ آپ رات میں بڑے بے چین رہتے ہیں اور آپ کے کروٹ بدلنے کی اور بے قراری کی آوازیں آتی ہیں، نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا کہ:

" كَيْفَ أَنْعَمُ وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدْ الْتَقَمَ الْقَرْنَ وَاسْتَمَعَ الْإِذْنَ مَتَى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَيَنْفُخُ "

ترجمہ: ”میں کیسے آرام سے سوؤں جب کہ صور پھونکنے والا فرشتہ صور کو لقمہ بنایا ہوا ہے اور وہ کان لگائے

ہوئے ہے کہ کب اس کو صور پھونکنے کی اجازت ملے گی۔
"(صحیح الترغیب:3569)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صور پھونکنے والا فرشتہ تیار ہے اور صور اس کے منہ میں رکھا ہوا ہے، بس صرف پھونکنا باقی ہے، تو نبی اکرم ﷺ امت کی فکر کرتے ہوئے تہجد میں دعائیں کر رہے ہیں اور امت کی فکر نے نبی اکرم ﷺ کی نیند اڑادی ہے لیکن نبی اکرم ﷺ کی امت کو نہ اپنی فکر ہے اور نہ اپنے دین کی۔ انہیں قرآن مجید ترجمہ کے ساتھ پڑھنا نہیں آتا ہے!!!وہ دین سے دور ہو چکے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو پیغام اپنے بندوں کے نام بھیجا ہے اس کو پڑھنا ہی نہیں چاہ رہے ہیں !!!۔ جبکہ واٹساپ دن میں سو مرتبہ پڑھتے ہیں اور کبھی واٹساپ کے گروپ میں کچھ مسیج بھی نہیں آتا ہے پھر بھی بار بار چیک کرتے ہیں، کیا یہ واٹساپ اور فیس بک کے پیغامات پڑھنے سے آپ کی قبر کا

مرحلہ آسان ہوجائے گا ؟کیا آخرت کا مرحلہ آسان ہوجائے گا ؟ ایک عقلمندانہ فیصلہ DECISION لینے کی ضرورت ہے اور قرآن سے اپنے تعلق کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔

لہذا یہ پہلا مرحلہ ہے جس میں صور پھونکا جائے گا ،پہلے صور میں لوگ ڈریں گے اور بعد میں مرجائیں گے اور پھر ایک اور صور میں جتنے بھی مرے تھے پھر سے دوبارہ اٹھ کھڑے ہوں گے۔

2۔دوسرا مرحلہ ہے حشر کے میدان جمع ہونا:

اب جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو سارے لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے، ان زندہ لوگوں کو ایک جگہ جمع کیا جائے گا۔یہ جمع کرنے کی کیفیت بھی بہت ہی خطرناک ہوگی "بعث بعد الموت" کے لیے جب صور پھونکا

جائے گا تو ایسے بھاگے دوڑے آئیں گے جیسے ٹڈیوں کا منتشر جھنڈ ہے جو چلا آرہا ہے۔

جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: "خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ"

ترجمہ: ”ان کی نگاہیں جھکی ہوں گی اور وہ قبروں سے یوں نکلیں گے جیسے منتشر ٹڈی دل ہوں۔“(سورۃ القمر:7)

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو سر کے بل آئیں گے جیسے کوئی گیند زمین پر ٹپا مار کر آگے بڑھتی ہے، اس طرح یہ سر کے بل ٹپا مارتے ہوئے آگے بڑھیں گے۔ پوچھنے والوں نے پوچھا کہ اے نبی اکرم ﷺ! ہمیں پیروں سے چلنا تو معلوم ہے لیکن یہ سر کے بل کیسے چلیں گے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے کہا کہ: جو رب پیروں پر چلا سکتا ہے وہی سر سے چلنے کی طاقت بھی دے گا،

کچھ لوگ ذلیل وخوار ہو کر جمع کیے جائیں گے جن کی آنکھیں پتھرائی ہوئی ہوں گی، کچھ لوگ اپنی ذلت کی وجہ سے سر نیچے کر کے آئیں گے انکو سر اٹھانے کی ہمت نہیں ہو گی، کچھ لوگوں کو جاثیہ (گھٹنوں کے بل) کی شکل میں بیٹھا دیا جائے گا، ہر ایک کے آنے کا طریقہ الگ الگ ہو گا۔

آج کل ہمارے بچے فیس بک اور واٹساپ پر بیٹھ کر ہر چیز کو بغیر تحقیق فوراً فارورڈ کرتے چلے جارہے ہیں اگر وہ جھوٹ رہا اور اس کی وجہ سے کوئی جذبات سے مغلوب ہو کر کسی کا قتل کر دیا تو ان کا شمار قتل کی پلاننگ کرنے والوں میں ہو گا اور قیامت کے دن ان کے ہاتھوں میں مقتول کی گردن ہو گی ، سود کھانے والے لوگ پاگلوں جیسی حرکت کرتے ہوئے آئیں گے، اگر کوئی جانوروں کا مالک تھا اور اس نے اس جانور کی زکاۃ ادا نہیں کی تھی تو یہ جانور کل قیامت کے دن اپنے مالک کو اپنے پیروں سے مار رہا ہو گا اور اسی

حالت میں وہ حشر کے میدان میں آئے گا، اگر کسی نے کسی کی زمین ہڑپ لی تھی (جیسا کہ اکثر لوگ اپنے چھوٹے بھائیوں اور بہنوں کی زمین بڑی آسانی سے ہڑپ کر جاتے ہیں) اگر وہ ایک بالشت جگہ بھی ہڑپ کرلے گا تو اس جیسی سات زمینوں کی مٹی اٹھا کر اس کا طوق بنا کر گلے میں ڈال دیا جائے گا۔

بعض لوگ مانگ مانگ کر پیسہ جمع کرتے ہیں، قیامت کے دن یہ بھیک مانگنے والے لوگ اس طرح آئیں گے کہ ان کے چہروں پر چمڑا نہیں ہو گا، (یاد رکھیں اسلام نے آدمی کو محنت کرنا سکھایا ہے مانگنا نہیں سکھایا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم کو محنت کرنے والا بنائے اور محنت کر کے پیسہ کما کر دوسرے ضرورت مندوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔)

قیامت کے دن عورتوں کی بھی حالتیں بڑی عجیب ہوں گی جیسے کہ وہ عورت جو نوحہ کرتی ہے اور میت کی خوبیوں کو بیان کر کے روتی ہوئی اپنے کپڑے پھاڑ لیتی ہے اور اپنے چہرے پر طمانچے مارتی ہے تو ایسی عورت کو گندھک کا کپڑا پہنایا جائے گا جس کی وجہ سے اس کو بے انتہاء گرمی ہو گی، اس طرح ہر ایک کو الگ الگ انداز میں میدان حشر میں اکٹھا کیا جائے۔

اس دن زمین تانبے کی بنادی جائے گی جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:" يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ وَبَرَزُوا لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ "

ترجمہ: ”جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل جائے گی اور آسمان بھی اور لوگ اللہ واحد قہر والے کے سامنے پیش ہوں گے۔“(سورۃ ابرہیم:48)

آپ ﷺ نے فرمایا: «يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ القِيَامَةِ عَلَى أَرْضٍ بَيْضَاءَ عَفْرَاءَ، كَقُرْصَةِ نَقِيٍّ»

ترجمہ: ”روز قیامت لوگوں کو ایک ایسی زمین پر اکٹھا کیاجائے گا جو سفیدی سرخی مائل صاف گول ہو گی۔ (صحیح بخاری:6521)

سورج ایک میل کے فاصلہ پر ہو گا اور سب لوگ گرمی کی وجہ سے پریشان ہوں گے، عربی زبان میں "میل" کے دو معنی آتے ہیں:

ایک معنی: سرمہ دانی کی سلائی کا ہے۔

دوسرا معنی: 1.6093 کلو میٹر کا ہے۔

اگر ایک میل کا معنی 1.6093 کلو میٹر لیا جائے تو تب بھی سورج کوئی زیادہ دور نہیں ہو گا، اتنی زیادہ گرمی ہو گی جس کی وجہ سے لوگ پسینہ میں شرابور ہوں گے، ہر ایک اپنے گناہ کے حساب سے پسینہ میں ڈوبا ہو گا، ان میں بعض لوگ تو ایسے

ہوں گے جن کے ہونٹوں تک پسینہ ہو گا، تو ایسے سخت حالات میں اللہ سبحانہ وتعالی نیک لوگوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرے گا، انہیں حشر کے میدان میں بڑی تکریم کے ساتھ جمع کیا جائے گا اور انہیں اعزازات دیے جائیں گے، بعض نیک لوگوں کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایک خاص سایہ نصیب کریں گے۔

سات خوش نصیب جنہیں اللہ تعالی اپنے عرش کے سایہ تلے جگہ دے گا:

آپ ﷺ نے فرمایا: سبعةٌ يُظِلُّهم اللهُ في ظلِّه يومَ لا ظلَّ إلَّا ظلُّه: إمامٌ عادلٌ وشابٌّ نشَأ في عبادةِ اللهِ تعالى ورجلٌ ذكَر اللهَ خاليًا ففاضت عيناه ورجلٌ كان قلبُه معلَّقٌ في المسجدِ ورجُلانِ تحابَّا في اللهِ: اجتمَعا عليه وتفرَّقا ورجلٌ دعتْه امرأةٌ ذاتُ منصبٍ وجمالٍ إلى نفسِها فقال: إنِّي أخافُ اللهَ

ورجلٌ تصدَّق بصدقةٍ فأخفاها حتَّى لا تعلَمَ شِمالُه ما تُنفِقُ يمينُه۔ (صحیح مسلم:1031)

ترجمہ:''سات ایسے خوش نصیب لوگ ہوں گے جن کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے سایہ کے نیچے جگہ عطا فرمائے گا:

1. انصاف پسند بادشاہ یعنی وہ بادشاہ جس نے اپنی رعایا کے ساتھ انصاف کیا ہو گا۔(اسی طریقے سے اگر آپ کے پاس کوئی اپنے مسائل یا جھگڑے لے کر آئے تو آپ کسی ایک کی طرف مائل ہوئے بغیر رشتہ داری اور دوستی کا خیال کیے بغیر انصاف کرتے ہیں تو ان شاء اللہ، اللہ تعالی آپ کو بھی اپنے عرش کے سایہ تلے جگہ دے گا)۔

2. وہ نوجوان جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گزاری۔(اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم کو اور ہمارے نوجوانوں کو ایسی جوانی عطا فرمائے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت میں گزرتی ہو اور اپنی نافرمانی سے بچائے۔

اللہ تعالی نے ہمیں جو طاقت و قوت دی ہے اس کو اسلام کی اشاعت میں دین کی اشاعت میں اور علم دین کو سمجھنے میں، مسجد بنانے، مجبوروں کی مدد کرنے میں لگائیں۔)

3. اور ایسا آدمی جب وہ اللہ تعالی کا ذکر کرتا ہے تو اس کی آنکھیں بہہ پڑتی ہیں۔

4. اور ایسا آدمی جس کا دل مسجد سے لگا ہوا ہے۔

5. اور وہ دو لوگ جو صرف اللہ کی خاطر محبت کرتے ہیں، اللہ ہی کے لیے ملتے اور اللہ ہی کے لیے جدا ہوتے ہیں۔

6. اور وہ آدمی جسے مرتبہ والی اور حسین عورت دعوتِ زنا دے، لیکن وہ کہے کہ میں اللہ تعالی سے ڈرتا ہوں۔

7. اور وہ آدمی جو اس طرح چھپا کر صدقہ کرتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتہ نہیں چلتا کہ دائیں ہاتھ نے کیا صدقہ کیا ہے؟"۔

اس حدیث میں سات لوگوں کا ذکر ہے لیکن علمائے کرام نے دیگر لوگوں کے بارے میں بھی کہا ہے کہ وہ بھی کل قیامت کے دن عرش کے سایہ کے نیچے جگہ پائیں گے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں ایمان و عمل میں اتنی طاقت عطا فرمائے کہ ہم یہ مرحلہ آسانی سے پار کر سکیں۔(آمین)

3۔ تیسرا مرحلہ ہے:-شفاعت(سفارش):-

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

آپ ﷺ نے فرمایا: "إِذَا كَانَ يَوْمُ القِيَامَةِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ، فَيَأْتُونَ آدَمَ، فَيَقُولُونَ: اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، فَيَقُولُ: لَسْتُ لَهَا، وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِإِبْرَاهِيمَ فَإِنَّهُ خَلِيلُ الرَّحْمَنِ، فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ، فَيَقُولُ: لَسْتُ لَهَا، وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُوسَى فَإِنَّهُ كَلِيمُ اللَّهِ، فَيَأْتُونَ

مُوسَى فَيَقُولُ: لَسْتُ لَهَا، وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيسَى فَإِنَّهُ رُوحُ اللَّهِ، وَكَلِمَتُهُ، فَيَأْتُونَ عِيسَى، فَيَقُولُ: لَسْتُ لَهَا، وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ ﷺ، فَيَأْتُونِي، فَأَقُولُ: أَنَا لَهَا، فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي، فَيُؤْذَنُ لِي، وَيُلْهِمُنِي مَحَامِدَ أَحْمَدُهُ بِهَا لاَ تَحْضُرُنِي الآنَ، فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ المَحَامِدِ، وَأَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا، فَيَقُولُ: يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ، وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ، وَسَلْ تُعْطَ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ"

ترجمہ: ”قیامت کا دن جب آئے گا تو لوگ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح ظاہر ہوں گے۔ پھر وہ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے کہیں گے کہ ہماری اپنے رب کے پاس شفاعت کیجیے۔ وہ کہیں گے کہ میں اس قابل نہیں ہوں تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ اللہ کے خلیل ہیں۔ لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ بھی کہیں گے

کہ میں اس قابل نہیں ہوں، ہاں تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ اللہ سے شرف ہم کلامی پانے والے ہیں۔ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور وہ بھی کہیں گے کہ میں اس قابل نہیں ہوں، البتہ تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں۔ چنانچہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ بھی کہیں گے کہ میں اس قابل نہیں ہوں، ہاں تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔ لوگ میرے پاس آئیں گے اور میں کہوں گا کہ میں شفاعت کے لیے ہوں اور پھر میں اپنے رب سے اجازت چاہوں گا اور مجھے اجازت دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ تعریفوں کے الفاظ مجھے الہام کرے گا جن کے ذریعہ میں اللہ کی حمد بیان کروں گا جو اس وقت مجھے یاد نہیں ہیں۔ چنانچہ جب میں یہ تعریفیں بیان کروں گا اللہ کے حضور میں سجدہ کرنے والا ہو جاؤں گا تو مجھ سے کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ، جو کہو وہ سنا جائے گا، جو مانگو گے وہ دیا جائے

گا، جو شفاعت کرو گے قبول کی جائے گی۔ پھر میں کہوں گا: اے رب! میری امت، میری امت، کہا جائے گا کہ جاؤ اور ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لو جن کے دل میں ذرہ یا رائی برابر بھی ایمان ہو۔ چنانچہ میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا۔ پھر میں لوٹوں گا اور یہی تعریفیں پھر کروں گا اور اللہ کے لیے سجدہ میں چلا جاؤں گا مجھ سے کہا جائے گا۔ اپنا سر اٹھاؤ کہو، آپ کی سنی جائے گی۔"(صحیح بخاری:7510)

اس کے بعد آپ ہر مومن کے حق میں سفارش کریں گے، لیکن جو لوگ شرک کرکے مر گئے ہونگے انہیں آپ کی سفارش نصیب نہیں ہو گی جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا :حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سفارش اپنے باپ کے حق میں قبول نہیں کی جائے گی۔(صحیح بخاری:3350)

اپنے آپ کو شرک سے بچانا بے حد ضروری ہے، بہر کیف آپ ﷺ کی سفارش کے بعد حساب و کتاب شروع کیا جائے گا۔

4۔چوتھا مرحلہ حساب وکتاب کا ہے:-

یہ مرحلہ بھی بڑا سخت ہونے والا ہے ، جب لوگ حساب و کتاب کے لیے آئیں گے تو یہ بے انتہاء سخت اور خطرناک مرحلہ ہو گا، وہاں ہر ایک کو انصاف ملے گا، اگر کسی نے اپنے غلام پر زنا کی تہمت لگا کر دنیا میں بچ گیا بھی تو اللہ تعالی قیامت کے دن اس غلام کو انصاف دلائیں گے، جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو پائے گا اور جو ذرہ برابر گناہ کرے گا وہ بھی اس کو پائے گا۔ آج ہم نے گالیوں کو معمول بنالیا ہے اور عام زبان میں ہم کسی کو ماں اور بہن کی گالی دیتے ہیں حالانکہ اس کے معنی بڑے بھیانک ہوتے ہیں، اور وہ معنی کسی

بڑی تہمت سے کم نہیں ہوتے ہیں اور ان تہمتوں کا ہمیں قیامت کے دن جواب دیناہو گا ۔ اسی طرح محلے کے بہت سارے افراد مرد ہو کہ عورت صرف سنی سنائی باتوں پر دوسروں پر تہمتیں لگاتے ہیں اور آج ہم اپنے بچوں اور اپنی بیویوں کو مارتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ میرا بچہ ہے یہ میری بیوی ہے، مارنے کے بارے میں علمائے کرام نے بہت زیادہ تفاصیل بیان کی ہیں، جانوروں کی طرح مارنے سے اسلام نے ہمیں منع کیاہے۔

اور اس مار کے بارے میں جید علمائے کرام نے کہا کہ جب مارنے کے لیے ہاتھ اٹھائیں تو بغل نہیں دکھائی دینا چاہیے، بعض علماء نے مارنے کی حد بھی بتادی ہے کہ اگر مارنا ہی ہے تو اپنی ہاتھ کی انگلیوں سے بچے کے مونڈھے یا پیٹھ پر ماراجائے، اور وہ بھی دس سال کے بعد مارنا ہے، دس سال سے پہلے مارنا جائز نہیں ہے، اور دس سال سے پہلے مارنے کی کوئی

دلیل ہی نہیں ہے ،اور دس سال کے بعد بچہ اگر نماز نہیں پڑھتا ہے تو صرف ہلکی ضرب لگانی چاہیے۔

اسی طریقے سے علمائے کرام نے مارنے کی جگہوں کو بھی متعین کر دیا ہے کہ آپ پیٹ اور چہرے پر نہیں مار سکتے، دس سے بڑھ کر آپ ضرب نہیں لگا سکتے ، اور ایک ہی جگہ پر دو ضرب سے بڑھ کر مار نہیں سکتے۔اس بے جا مار کے بارے میں اللہ تعالی ہمیں پوچھے گا ہر ایک کا برابر بدلہ مل کر رہے گا حتی کہ اگر کوئی سینگ والا جانور بغیر سینگ والے جانور کو مارتا بھی ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کا بدلہ قیامت کے دن دلوائے گا، اسی لیے ہمیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ دعا ملتی ہے کہ "اللّهمَّ حَاسِبنِي حِسَاباً يَسِيراً" کہ اے میرے رب! میرا حساب وکتاب بڑا آسان لینا۔(صحیح ابن حبان :7372)

5۔پانچواں مرحلہ ترازو کا قیام اور اعمال کا تولا جانا:۔

ہماری زبان میں ایک محاورہ بہت مشہور ہے کہ "**نیکی کر دریا میں ڈال**" یہ اسلامی نکتہ نظر نہیں ہے بلکہ اسلام کا یہ تصور ہے کہ "**نیکی کر ترازو میں ڈال**" ریاکاری کا ذرا برابر شائبہ نہیں ہو جو بھی کام کریں صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کریں۔ ہمارے اسلاف سونے سے پہلے بیٹھ کر یہ سوچتے تھے کہ آج میں نے کس کا دل دکھایا ہے؟ آج میں نے کونسا گناہ کیا ہے؟ آج میں نے کس کا حق تلف کیا ہے؟ کیا آج کے دن میں میرا نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوا ہے یا برائیوں کا پلڑا بھاری رہا ہے؟ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کھلے طور پر اعلان کر دیا ہے کہ:

"فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ"

ترجمہ: ”جن کے نیکیوں کے پلڑے بھاری رہیں گے و ہ خوش وخرم زندگی کے حقدار رہیں گے اور جن کے نیکیوں کے پلڑے ہلکے رہیں گے وہ جہنم کے حقدار ٹھہریں گے۔“(سورۃ القارعۃ:9-6)

اسی لیے ہمیں بھی سونے سے پہلے اپنا محاسبہ کر لینا چاہیے کہ کیا آج کے دن میں نے کسی کو ستایا ہے؟ کیا آج کے دن میں نے اپنے رب کو ناراض کرنے کا کوئی کام کیا ہے؟ مگر آج ہماری راتیں کیسی ہوتی ہیں، آپ بخوبی واقف ہیں!!! فون پر دھمکی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ "**ابھی تو فون رکھ میں تجھے کل صبح بتاتا ہوں**" رات میں معاف کر کے سو گئے تو کیا ہی اچھا ہوتا یا پھر یہ کہیں گے کہ بھائی کل بات کریں گے اور یہ معاملہ سلجھالیں گے، ہمارے درمیان چند غلط فہمیاں جنم لے رہی ہیں اس کو آپس میں بیٹھ کر صاف کر لیں گے۔ آپ نے دھمکی دے کر اس کی مکمل رات خراب کر دی ہے، اور آپ کا

بھروسہ بھی نہیں ہے کہ صبح ہونے تک آپ زندہ بھی رہیں گے یا نہیں رہیں گے۔

اسی لیے ہمیں چاہیے کہ معاف کرکے سونے کی عادت ڈالیں، دل سے کدورت نکال کر لوگوں سے بات چیت کریں اور اپنی زبان سے اللہ کا ذکر جیسے الحمد للہ وغیرہ ادا کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کلمے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ وَسُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَآنِ - أَوْ تَمْلَأُ - مَا بَيْنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ"

ترجمہ: ”الحمد للہ پورے ترازو کو بھر دیتا ہے سبحان اللہ اور الحمد للہ سے آسمان وزمین دونوں بھر جاتا ہے اور بھر کر باہر نکل جاتا ہے۔“ (صحیح مسلم:223)

6۔ چھٹا مرحلہ: حوض اور نہر کوثر:۔

کوثر ایک نہر ہو گی جو بہت بڑی اور بے حد خوبصورت ہو گی اور اس کی مٹی مشک عنبر اور زعفران کی ہو گی اور اس نہر کا پانی ایک حوض میں جمع ہو جائے گا تو اسی کو حوض کوثر کہتے ہیں ، وہاں پر انبیائے کرام علیہم السلام ہوں گے جو اپنے اپنے امتیوں کو پانی پلائیں گے۔

ہمارے یہاں ایک بات بڑی عجیب ہے کہ ہم لوگ اکثر دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم کو نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ سے جام کوثر نصیب فرما۔ جب کہ دوسری احادیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی نگرانی میں بھی حوض کوثر کا پانی پلایا جائے گا ایسی کوئی بات احادیث میں نہیں ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے ہاتھ سے جام کوثر مرحمت فرمائیں گے ، بلکہ حدیث میں یہ ہے کہ وہاں اتنی زیادہ تعداد میں پیالے ہوں گے جو تاروں کی طرح چمک رہے ہوں گے اور لوگ آکر پئیں گے، نبی اکرم ﷺ لوگوں کو نہیں پلائیں گے

،بلکہ نبی اکرم ﷺ کی نگرانی میں لوگ خود جام کوثر پئیں گے ، یہ ایسا پانی ہو گا کہ جب کوئی ایک مرتبہ یہ پانی پی لے گا تو پھر کبھی اس کو پیاس نہیں لگے گی۔ لیکن وہاں پر کچھ ایسے بھی آئیں گے جو دنیا میں بدعت کے کام کیے ہوں گے، نبی اکرم ﷺ اس وقت اپنی امت پہچان کر بلائیں گے ، لیکن فرشتے ان لوگوں کو دھتکار دیں گے، ان کو جانوروں کی طرح ہانک دیا جائے گا، تو نبی اکرم ﷺ یہ دیکھ کر کہیں گے کہ ان کو چھوڑ دو، یہ میرے امتی ہیں، تو فرشتے کہیں گے کہ اے نبی اکرم ﷺ آپ کو نہیں معلوم کہ انھوں نے آپ کے جانے کے بعد دین میں بہت ساری نئی نئی چیزیں ایجاد کرلی تھیں، تو نبی اکرم ﷺ فرمائیں گے کہ ایسے لوگوں کی مجھ سے دوری ہو جنھوں نے میرے جانے کے بعد میرے دین کو بدل دیا۔(صحیح بخاری:6583)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو شرک سے اور بدعات سے بچائے۔

7۔ساتواں مرحلہ: اندھیرے کا چھاجانا:-

سارے لوگوں پر گھپ اندھیرا چھاجائے گا، اچانک اللہ تعالی ایک روشنی بھیجے گا اور یہ روشنی اتنی پھیلی ہوئی ہوگی کہ منافقین اس روشنی کو دیکھ کر اہل ایمان کو آواز لگائیں گے کہ ہمیں بھی اپنے نور کا کچھ حصہ دے دو جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

" يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِن نُّورِكُمْ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِن قِبَلِهِ الْعَذَابُ"

ترجمہ: "اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں اہل ایمان سے کہیں گے کہ ٹھوڑا رکو! ہم تمہارے نور میں کچھ

حصہ لیں اور تمہارے ساتھ چلیں تو مومنین کہیں گے کہ پیچھے مڑ جاؤ اور نور کو تلاش کرو اچانک ایک دیوار مومنوں اور منافقین کے درمیان حائل ہو جائے گی جس کے ایک طرف رحمت ہو گی اور دوسری طرف منافقین کے لیے عذاب ہو گا ۔"(سورۃ الحدید:13)

ایک اور روایت میں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا: أَيْنَ يَكُونُ النَّاسُ يَوْمَ تُبَدَّلُ الأَرْضُ غَيْرَ الأَرْضِ وَالسَّمَوَاتُ؟

ترجمہ: جس دن یہ زمین آسمان بدل کر دوسرے زمین و آسمان ہوں گے لوگ اس وقت کہاں ہوں گے؟، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" هُمْ فِي الظُّلْمَةِ دُونَ الْجِسْرِ "" لوگ اس وقت اندھیرے میں پل صراط کے پاس کھڑے ہوں گے۔"(صحیح مسلم:315)

جب تک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے زندگی دی ہے ہمیں قیامت والے دن کے لیے نور کو بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

8۔ آٹھواں مرحلہ: پل صراط پر سے گزرنا:۔

پل صراط پر سے گزرنا بھی ایک بڑا بھیانک منظر ہو گا، اور ہر ایک کو یہاں سے گزرنا ہو گا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا راشاد ہے:" وَإِن مِّنكُمْ إِلا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا"ترجمہ: اور تم میں سے جو بھی ہے اس پر وارد ہونے والا ہے۔ یہ ہمیشہ سے تیرے رب کے ذمے قطعی بات ہے، جس کا فیصلہ کیا ہوا ہے۔(مریم:71)

اس پل پر سے کوئی بجلی کی طرح گزر جائے گا، کوئی گھوڑے پر سواری کی طرح گزر جائے گا، کوئی اپنی سرین کے بل آہستہ آہستہ گزرے گا۔ غرض ہر ایک اپنے ایمان و عمل

کے مطابق پل صراط پر سے گزر جائے گا جیسا کہ حدیث میں ہے: عَنِ السُّدِّيِّ، قَالَ: سَأَلْتُ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيَّ، عَنْ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: وَإِنْ مِنْكُمْ إِلا وَارِدُهَا سورة مريم آية 71 فَحَدَّثَنِي أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ حَدَّثَهُمْ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : " يَرِدُ النَّاسُ النَّارَ ثُمَّ يَصْدُرُونَ مِنْهَا بِأَعْمَالِهِمْ، فَأَوَّلُهُمْ كَلَمْحِ الْبَرْقِ ثُمَّ كَالرِّيحِ ثُمَّ كَحُضْرِ الْفَرَسِ ثُمَّ كَالرَّاكِبِ فِي رَحْلِهِ ثُمَّ كَشَدِّ الرَّجُلِ ثُمَّ كَمَشْيِهِ "

ترجمہ:" سدی کہتے ہیں کہ میں نے مرہ ہمدانی سے آیت «وإن منكم إلا واردها» ”یہ امر یقینی ہے کہ تم میں سے ہر ایک اس پر عبور کرے گا“ (مریم: 71)، کا مطلب پوچھا تو انہوں نے مجھے یہ حدیث سنائی کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگ جہنم میں جائیں گے، پھر اس

سے اپنے اعمال کے سہارے نکلیں گے، پہلا گروہ (جن کے اعمال بہت اچھے ہوں گے) بجلی چمکنے کی سی تیزی سے نکل آئے گا۔ پھر ہوا کی رفتار سے، پھر گھوڑے کے تیز دوڑنے کی رفتار سے، پھر سواری لیے ہوئے اونٹ کی رفتار سے، پھر دوڑتے شخص کی، پھر پیدل چلنے کی رفتار سے۔"(سنن ترمذی:3159)

وہاں سے پل صراط کلالیب (قینچیوں) کا ہو گا، جو لوگ پل صراط پر سے جلدی گزر نہیں پائیں گے تو وہاں پر ان کے لیے کلالیب (قینچیاں) ہوں گے وہ کافروں اور گناہگار مسلمانوں کو پکڑ کر جہنم میں پھینک دیں گے اور پل صراط پر سے جہنم میں گرنے کی کیفیت کیسی ہو گی ؟ ایسا نہیں ہے کہ ان کو بڑے آرام سے سواری پر بیٹھا کر جہنم میں داخل کیا جائے گا بلکہ اس پل پر سے گزرتے ہوئے یہ قینچیاں کلالیب

ان کو اچک لیں گے اور ان کو قیمہ قیمہ کریں گے اور اس طرح وہ جہنم رسید ہوں گے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

" ثُمَّ يُؤْتَى بِالْجَسْرِ، فَيُجْعَلُ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا الْجَسْرُ؟، قَالَ: مَدْحَضَةٌ مَزِلَّةٌ عَلَيْهِ خَطَاطِيفُ وَكَلَالِيبُ وَحَسَكَةٌ مُفَلْطَحَةٌ لَهَا شَوْكَةٌ عُقَيْفَاءُ تَكُونُ بِنَجْدٍ يُقَالُ لَهَا السَّعْدَانُ الْمُؤْمِنُ عَلَيْهَا كَالطَّرْفِ، وَكَالْبَرْقِ، وَكَالرِّيحِ، وَكَأَجَاوِيدِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ، فَنَاجٍ مُسَلَّمٌ وَنَاجٍ مَخْدُوشٌ وَمَكْدُوسٌ فِي نَارِ جَهَنَّمَ، حَتَّى يَمُرَّ آخِرُهُمْ يُسْحَبُ سَحْبًا "

ترجمہ: ”پھر انہیں پل پر لایا جائے گا۔ ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! پل کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ ایک پھسلواں گرنے کا مقام ہے اس پر سنسنیاں ہیں، آنکڑے ہیں، چوڑے چوڑے کانٹے ہیں، ان کے سر خمدار سعدان کے

کانٹوں کی طرح ہیں جو نجد کے ملک میں ہوتے ہیں۔ مومن اس پر پلک مارنے کی طرح، بجلی کی طرح، ہوا کی طرح، تیز رفتار گھوڑے اور سواری کی طرح گزر جائیں گے۔ ان میں بعض تو صحیح سلامت نجات پانے والے ہوں گے اور بعض جہنم کی آگ سے جھلس کر بچ نکلنے والے ہوں گے یہاں تک کہ آخری شخص اس پر سے گھسٹتے ہوئے گزرے گا۔" (صحیح بخاری:7439)

لہذا یہ مرحلہ بڑا ہی بھیناک ہو گا جس پر سے ہر ایک کو گزرنا ہو گا کیا انبیاء ورسل، کیا اولیاء واتقیاء، کیا مومن وکافر ،کیا منافقین و ملحدین، اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں آخرت کی اس قدر بھیانک اور درناک تکالیف سے ہم کو دور رکھے۔ آمین۔

9۔نواں مرحلہ:لوگوں کے دلوں سے غل کا نکالنا:-

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا ذکر بھی بار بار فرمایا ہے ارشاد ہے کہ:

"وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ" (سورۃ حجر:47)

ترجمہ: ”کہ ہم ان کے سینوں سے غل کو نکال دیں گے وہ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے بھائی بھائی ہوں گے۔“

ایک اور جگہ کہا:"وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَنُودُوا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ"

ترجمہ: ”اور ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہو گا ہم نکال دیں گے، ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے سب تعریف اللہ کی ہے جس نے ہمیں اس کی

ہدایت دی اور ہم کبھی نہ تھے کہ ہدایت پاتے، اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی، بلاشبہ یقینا ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے۔ اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔"(سورۃ الأعراف:43)

یہاں ان نصوص میں غل کا مطلب حسد، کینہ، کپٹ، بغض، جلن، وغیرہ ہے، لہذا اللہ سبحانہ وتعالیٰ مومنوں کے دلوں سے ان تمام چیزوں کا خاتمہ فرمادیں گے، کیونکہ جنت میں خوش رہنا ہے اور اس جنت میں سو درجے ہیں ورنہ وہاں پر بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے گلے شکوے کرتے ہوئے بیٹھ جائیں گے کہ اے اللہ سبحانہ وتعالیٰ مجھے اتنا کم دیا ہے اس کو اتنا زیادہ دیا ہے تو یہ جلن اور حسد ختم ہو گی اس کے بعد اہل جنت خوش وخرم اور ہشاش بشاش رہیں گے۔

10۔دسواں مرحلہ جنت میں داخلے کا ہے:-

جہاں پر فرشتے سلام کرتے ہوئے جنتیوں کو جنت میں داخلے کی دعوت دیں گے اور سلامتی کی دعائیں کریں گے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان آیات میں اسی طرف اشارہ فرمایاہے:

"الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنْقُضُونَ الْمِيثَاقَ (20) وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ (21) وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ (22) جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ (23) سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (24)"

ترجمہ: ”جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور پختہ عہد کو نہیں توڑتے۔[20] اور وہ جو اس چیز کو ملاتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ اسے ملایا جائے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں۔[21] اور وہ جنھوں نے اپنے رب کا چہرہ طلب کرنے کے لیے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا اور برائی کو نیکی کے ساتھ ہٹاتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے۔[22] ہمیشگی کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوئے اور فرشتے ہر دروازے میں سے ان پر داخل ہوں گے۔[23] سلام ہو تم پر اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا۔ سو اچھا ہے اس گھر کا انجام۔[24]“۔(سورۃ الرعد:20-24)

ایک اور جگہ کہا: الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ (67) يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ (68) الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ (69) ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ (70) يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (71) وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (72) لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِنْهَا تَأْكُلُونَ (73) "

ترجمہ: ”سب دلی دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر متقی لوگ۔ اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے۔ وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور وہ فرماں بردار تھے۔ جنت میں داخل ہو جاؤ تم اور تمھاری بیویاں، تم خوش کیے جاؤ گے۔ ان کے گرد

سونے کے تھال اور پیالے لے کر پھرا جائے گا اور اس میں وہ چیز ہو گی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔ اور یہی وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، اس کی وجہ سے جو تم عمل کرتے تھے۔ تمھارے لیے اس میں بہت سے میوے ہیں، جن سے تم کھاتے ہو۔"(سورۃ الزخرف:67-73)

جنت کے آٹھ دروازے ہوں گے اور ہر دروازے سے آواز دینے والا آواز دے کر جنتی کو اس کے مستحق دروازے سے داخل کروائے گا، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ :" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، قَالَ:" مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ نُودِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ: يَا عَبْدَ اللَّهِ، هَذَا خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ

بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ"، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا عَلَى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ، فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا، قَالَ: نَعَمْ، وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ."

ترجمہ: ”ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کے راستے میں دو چیزیں خرچ کرے گا اسے فرشتے جنت کے دروازوں سے بلائیں گے کہ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ اچھا ہے، پھر جو شخص نمازی ہو گا اسے نماز کے دروازہ سے بلایا جائے گا، جو مجاہد ہو گا اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے جو روزہ دار ہو گا اسے «باب الریان» سے بلایا جائے گا اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والا ہو گا اسے زکوٰۃ کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔ اس پر ابو بکر رضی

اللہ عنہ نے پوچھا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جو لوگ ان دروازوں (میں سے کسی ایک دروازہ) سے بلائے جائیں گے مجھے ان سے بحث نہیں، آپ یہ فرمائیں کہ کیا کوئی ایسا بھی ہو گا جسے ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اور مجھے امید ہے کہ آپ بھی انہیں میں سے ہوں گے۔" (صحیح بخاری: 1897)

نوٹ: یہ قیامت کے مختصر طور پر دس مرحلے تھے جو بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اب یہاں پر ایک بات غور کرنے کی یہ ہے کہ جو اس میں ترتیب بتائی گئی ہے کہ ضروری نہیں ہے کہ اسی ترتیب کے ساتھ جنت میں داخلہ یا جہنم میں داخلہ ہو گا، کیونکہ اس ترتیب کے ساتھ کسی ایک مکمل حدیث میں یہ تمام مرحلے بیان نہیں کیے گئے ہیں، بلکہ علمائے کرام نے قیامت کے مراحل کے تعلق سے ساری احادیث کا دراسہ

کرکے ایک ترتیب دینے کی کوشش کی ہے، ترتیب آگے پیچھے بھی ہو سکتی ہے اور یہی ہمارا ماننا ہے۔

جہنم اور جنت کا ایک مختصر خاکہ:

چلتے چلتے اب میں جہنم کا تھوڑا سا منظر آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں ، جہنم میں دیواریں آگ کی ہوں گی ، چھت آگ کی ہو گی ، گھر آگ کے ہوں گے ، بستر آگ کے ہوں گے ، تکیے آگ کے ہوں گے ، جہنم میں جہنمی کو جب پیاس لگے گی تو اس کو پلانے کے لیے جو پانی لایا جائے گا وہ اتنا گرم ہو گا کہ اس کی بھاپ سے اس کے چہرے کی چمڑی گل جائے گی ، اور فرشتے اس کو پینے کے لیے کہیں گے ، وہ نہیں پیئے گا ، تو فرشتے اس کو پانی زبردستی پلائیں گے اور سر پر انڈلیں گے ، اس سے اس پر سوراخ پڑ جائے گا ، اور اس گرم پانی کی وجہ سے پیٹ کٹ جائے گا او رساری آنتیں باہر آجائیں گی۔ اور

بھوک لگنے پر فرشتے اسے کانٹوں کا کھانا دیں گے ، جب وہ کھانے سے منع کردے گا تو اس کو فرشتے زبردستی ٹھوس ٹھوس کر کھلائیں گے ، اور اس کو لوہے کی موٹی موٹی زنجیروں سے باندھ دیا جائے گا اور وہ اتنے وزنی ہوں گی کہ جس سے جہنمی ہل بھی نہیں سکے گا، اور اسی زنجیر میں اس کو گھسیٹا جائے گا۔

ان کے بالمقابل جنتی تو بڑے عیش اور آرام میں ہوں گے ، اور انہیں وہاں وہ ساری چیزیں ملیں گی جو ان کا من چاہتا ہے ، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:
" وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ" (سورۃ حم سجدۃ:31)

ترجمہ:"تمہارے لیے وہاں پر وہ سب کچھ ہو گا جو تم چاہو گے ، اور وہ سب کچھ ہے جو تم مانگو گے۔"

آخر میں جنت کا ایک منظر کھینچ کر اپنی بات ختم کر دیتا ہوں کہ جنتی جا رہا ہو گا چلتے چلتے وہ اپنے کپڑوں کو دیکھا گا تو اس کو خواہش ہو گی کہ فلاں پودے یا پھول کی طرح کپڑا ہو گا تو کتنا اچھا ہو گا، جیسے ہی اس کی خواہش ہوئی تو تھوڑے ہی دیر میں اس کی فٹنگ کے برابر وہ کپڑا اس کے جسم پر ہو گا، جب کہ دنیا کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ جنت میں صرف خواہش کرنے کی دیر ہے، وہاں اسے وہ سب کچھ حاصل ہو جائے گا جو اس کا نفس خواہش کرے گا۔

میرے پیارے بھائیو! ہم اس دنیا سے بہت دل لگا چکے ہیں، اگر دل لگانا ہے تو اس جنت سے لگائیں جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: "مَا لاَ عَيْنٌ رَأَتْ، وَلاَ أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلاَ خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ."

ترجمہ: ”جنت میں ایسی چیزیں ہوں گی جس کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سنا، اور نہ کسی کے دل میں اس کا خیال گزرا ہو گا۔“ (صحیح بخاری:4779)

اگر آپ کو جنت کا منظر خیالات میں دیکھنا ہو تو سورہ غاشیہ پڑھ لیجیے اور سورہ اعلیٰ بھی کیونکہ اس میں توحید رسالت اور آخرت کا تذکرہ ہے (جو کہ ہماری کامیابی کا راز اور SUBJECT ہے) یہ بھی کہ دنیا دارالعمل ہے یہاں ہمیں ایمان کے ساتھ عمل صالح کرتے رہنا چاہیے اور یہ سورۃ ہم جمعہ کی نماز کی پہلی رکعت میں پڑھتے ہیں۔اس کے بعد دوسری رکعت میں اسکا ریزلٹ نتیجہ جنت کا ذکر ہے لہذا یہ دو سورتیں ہمیں ہمیشہ پڑھتے رہنا چاہیے اور اس کے مطابق عمل کرتے رہنا چاہیے جن سے جنت کو حاصل کرنا آسان ہو جائے گا۔ان شاءاللہ۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو دین پر قائم رہنے، عمل صالح کرنے کی توفیق دے اور ہمیں ایمان کی دولت سے مالا مال کرے۔ آمین!

* * *